http://urdulibrary.paigham.net/
قرآن وسنت اور فقہائے کرام
کے اقوال کی روشنی میں
پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت
تقاریظ
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
تالیف
سمیع اللہ
رفیق شعبہ افتاء جامعہ فاروقیہ کراچی
Prize Bond
مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ
Brought To You By www.e-iqra.info

قرآن وسنت اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں

پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت

تقاریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب

تالیف

سمیع اللہ

رفیق شعبہ دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

ناشر

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

باہتمام .... فیاض احمد

کتاب کا نام .... پرائز بانڈ کی شرعی حیثیت

تاریخ اشاعت جدید ...... ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۸ء

تعداد ۱۱۰۰

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی

فون: 0334-3432345 - 021-4594144

ملنے کے دیگر پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
بیت القرآن، اردو بازار کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ القرآن، لسبیلہ چوک کراچی
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبۃ الحسن، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ، روالپنڈی
مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
دارالقرآن اکیڈمی، محلّہ جنگی، پشاور

ضروری گزارش

تمام قارئین کی خدمت میں عاجزانہ گزارش ہے کہ اس کتاب میں حتی الامکان حوالہ جات اور تصحیح کی بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی آپ کو نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔

ہم آپ کے نہایت شکر گزار ہوں گے اور آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس غلطی کی اصلاح کردی جائے گی۔

انتساب

مجھے یقین ہے کہ اگر میں اجازت مانگوں تو مجھے اس کی اجازت نہیں ملے گی، اگر انہیں پتہ چل جائے تو وہ منع کردیں گے اور وہ اس سے خوش نہیں ہوں گے، لیکن میں اپنے جذبات اور احساسات کے سامنے بے بس اور مجبور ہوں!

لہٰذا اس حقیر کاوش کا انتساب اپنے اس محسن و مشفق اور محبوب استاذ و مربی کی طرف کرتا ہوں، جنہوں نے میری زندگی کے کٹھن مراحل میں میرا ایسا ساتھ دیا جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔

جَزَاهُمُ اللّٰہُ أَحْسَنَ الْجَزَاء۔

میری مراد:

استاذ محترم حضرت مولانا **مُحمّد یُوسُف اَفشانی** دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

فہرست

تقریظ

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

پرائز بانڈ کے متعلق

باسمہ سبحانہ

محترم و مکرم مولانا مفتی مسیح اللہ صاحب زیدت معالیہ کی تحریر کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ محنت سے مفید مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔ عدم جواز کے دلائل تفصیل سے آ گئے ہیں اور جواز کے قائلین کا رد بھی اطمینان بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رسالے کو عوام و خواص کے لئے مفید بنائیں۔ آمین

سلیم اللہ خان

۲ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

۱۳ نومبر ۲۰۰۷ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

اما بعد:

یہ بات تو کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام نے جو ضابطۂ حیات اور زندگی گذارنے کا لائحۂ عمل پیش کیا ہے وہ جامع و مانع ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اس میں عمومی اور ضروری ہدایات موجود ہیں، عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا اخلاقیات اجتماعی زندگی سے متعلق نئے پیش آمدہ مسائل ہوں یا انفرادی زندگی کے قدیم مسائل، غرضیکہ اسلام نے ہر شعبہ کے بارے میں معتدل، متوازن اور خیر خواہی پر مشتمل نظام پیش کیا ہے

تجارتی لین دین کے اعتبار سے نئے معرض وجود میں آنے والے مسائل میں سے ایک مسئلہ پرائز بانڈ کا ہے، دین سے دوری کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے لین دین میں مبتلا ہیں اور بعض حضرات تو اس کی ظاہری صورت کو دیکھ کر اس کے جواز کے بھی قائل ہیں، جبکہ مروجہ پرائز بانڈ ناجائز بلکہ حرام ہے اور تمام اہل افتاء کا اس پر اتفاق بھی ہے۔

زیر نظر رسالہ ہمارے دارالافتاء کے رکن رکین حضرت مفتی سمیع اللہ صاحب زید مجدہم کا مرتب کردہ رسالہ ہے۔ جس میں حضرت مفتی صاحب نے قرآن و سنت اور حضرات فقہائے کرام کی عبارات کی روشنی میں مروجہ پرائز بانڈز کا جائزہ لیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے، کہ انعام کے عنوان سے ملنے والی رقم سود کے حکم میں ہے اور اس کا لینا ناجائز و حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس محنت کو قبول فرمائیں اور امت کے لئے اسے نفع بخش بنا دیں۔

ویرحم اللہ عبدًا قال آمینا

محمد یوسف افشانی

۲ / ۳ / ۱۴۲۹ھ

۱۲ / ۳ / ۲۰۰۸ء

تقریظ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث و نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی

Justice Mohammad Taqi Usmani
Ex Member Shariat Appellate Bench
Supreme Court Of Pakistan.
Darul Uloom
Karachi-75180
Pakistan.
Phones: Office # 504-3192
Res. Direct: 504-5337
Res. PABX: 50-2705 Ext. 308
Fax: 92-21-504-0234

محمد تقي العثماني
قاضي بمجلس التمييز الشرعي بالمحكمة العليا باكستان سابقاً
عضو مجمع الفقه الإسلامي بجدة
نائب رئيس، دار العلوم كراتشي ١٤ باكستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی
رسولہ الکریم، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین،
وعلی کل من تبعھم باحسان إلی یوم الدین

انعامی بانڈ کی شرعی حیثیت پر مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب استاذ و مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی کا رسالہ بندہ کی نظر سے گذرا۔ ماشاء اللہ انہوں نے پوری شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلے پر گفتگو کی ہے، اور قرآن و سنت اور فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ انعامی بانڈ پر جو رقم انعام کے نام سے دی جاتی ہے وہ سود ہی کے حکم میں ہے، اور حرام ہے۔ جن حضرات کو اس سلسلے میں شبہہ پیش آیا ہے، اُنکے شبہات کا بھی اطمینان بخش جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائیں، اور اسے مسلمانوں کیلئے سود سے بچنے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
دار العلوم کراچی ۱۴

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

تقریظ

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کان اللہ لہ

جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک صوبہ سرحد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الدکتور شیر علی شاہ المدنی

الدکتوراہ (بمرتبۃ الشرف الاولیٰ)

من الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ ومبعوثھا

استاذ الحدیث بجامعۃ دار العلوم الحقانیۃ اکورہ ختک

اقلیم سرحد. باکستان

التاریخ:------------

Dr. sher Ali shah Almadani

P.H.D (Gold Medalist) Madina University

Prof. of Hadith in Jami Darul Uloom Haqqania

Akora Khattak, N.W.F.P. Pakistan

Ph:0923-630731

Date:............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ،

امابعد، محترم مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب رفیق شعبہ افتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی کی زرین کتاب "پرائز بانڈ کی حقیقت" کے مطالعے سے ازحد مسرت نصیب ہوئی،

ماشاء اللہ محترم مولانا موصوف نے نہایت ہی جامع انداز میں سلیس اردو زبان میں کتاب و سنت اور فقہائے اسلام و مستند فتاویٰ کی روشنی میں "پرائز بانڈ کی حقیقت" کے جملہ جوانب پر سیر حاصل تبصرہ فرما کر فرزندانِ اسلام کو پرائز بانڈ کے لین دین سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، رب العالمین جل جلالہ محترم موصوف مفتی سمیع اللہ صاحب کی اس گرانقدر تالیف کو شرفِ پذیرائی عطا فرما کر اہلِ اسلام کو استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، واللہ من وراء القصد وھو یتقبل جہود المحسنین،

وصلی اللہ تعالیٰ علی اشرف رسلہ وخاتم انبیائہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ شیر علی شاہ کان اللہ لہ

دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

۱۹ صفر ۱۴۲۹ھ

جامعۃ دار العلوم حقانیہ اکورہ ختک، ضلع نوشھرہ، صوبہ سرحد، باکستان

Jamia Darul Uloom Haqqania Akora Khattak, Distt; Nowshera, N.W.F.P. Pakistan

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین الصلوۃ والسلام علی سیّد الأنبیاء و المرسلین وعلی اٰله وأصحابه ومن تبعهم باحسان إلی یوم الدین .

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ متوقع خطرات سے خائف رہتا ہے اور اسکے لئے ہر وقت سوچ وبچار کرتا رہتا ہے، اپنے لئے یہ لازم اور ضروری سمجھتا ہے کہ میرے پاس ہر وقت اتنا مال ہونا چاہئے جس سے میری وقتی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور اگر کبھی اچانک کوئی حادثہ پیش آئے تو میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں۔

اس خیال سے ہر طبقے کا انسان اپنے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ مال رکھتا ہے۔ ہر ہر فرد کے لحاظ سے یہ مال اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہوتا لیکن مجموعی لحاظ سے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے جو معاشی سرگرمی سے الگ بے کار پڑا رہتا ہے، کبھی برسوں تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آتی۔

جدید معاشی واقتصادی نظام میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ بچت کی ان منتشر اکائیوں کو یکجا کر کے اسے معاشی سرگرمیوں میں استعمال کیا جائے

اور ساتھ ہی بچت کاروں کے مقاصد بھی پورے کر دیئے جائیں۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف طریقے اپنائے گئے اور رقم کی وصولی کے آسان سے آسان اور ہمہ وقت فعال رہنے والے ذریعے ایجاد کئے گئے۔

انہیں محفوظ اور معتمد بنایا گیا، اصل رقم پر اضافی رقم کالالچ بھی دیا گیا.

مال محفوظ بھی رہے اور بڑھتا بھی رہے یہ ہر انسان کی چاہت اور آرزو ہے۔

پرائز بانڈ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ اسٹیٹ بینک بانڈ جاری کر کے لوگوں سے قرض وصول کرتا ہے اور انہیں اطمینان دلاتا ہے کہ تم جب چاہو بانڈ واپس کر کے اپنی رقم لے سکتے ہو اور یہ لالچ بھی کہ قرعہ اندازی تک انتظار کر کے نام نکل آنے کی صورت میں بہت بھاری رقم مل جائیگی۔

اس لالچ میں لوگ بہت زیادہ مقدار میں پرائز بانڈ خرید لیتے ہیں، اسٹیٹ بینک ان رقوم کو آگے کسی اور بینک یا ادارے کو سود پر دے دیتا ہے، اس سے سود لے کر کچھ حصہ قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کر دیتا ہے اور بقیہ رقم اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔

پرائز بانڈ کے لین دین اور اس پر اضافی رقم کی حرمت پر تمام اہل افتاء متحد اور متفق ہیں، بعض لوگوں کی ایسی تحریر سامنے آئی جس میں رکیک تاویلات و رباطل استدلالات کے ذریعے سود جیسے صریح اور قطعی حرام کو جائز اور حلال کرنے کی کوشش کی گئی تھی، جنہیں دیکھ کر میرے محسن و مربی سیدی و مولائی حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ (اللھم اتہ أفضل ماتوتی عبادک الصالحین) نے اس کے متعلق بندہ کو کچھ لکھنے

کا مشورہ دیا تھا جو میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا تھا، اور اس پر کام بھی شروع کر دیا تھا، لیکن اپنے لا ابالی پن اور لا پرواہی کی وجہ سے اسے جلد مکمل نہ کر سکا۔

بہر حال ضرورت اس بات کی تھی کہ پرائز بانڈ کا شرعی حکم، اس کے متعلق پائے جانے والے شبہات کا ازالہ اور اس سے متعلق اکابر علماء امت کے فتاویٰ عوام الناس کے سامنے پیش کر دیئے جائیں، تاکہ وہ اس حرام فعل میں مبتلا ہونے سے بچ سکیں، اس مختصر سی تحریر میں یہی کوشش کی گئی ہے۔

إن كان صواباً فمن الله وإن كان خطأ فمني ومن الشيطان. والله ورسوله منه بريئان

اللّٰهمّ تقبل منا، واجعله خالصةً لوجهك الكريم

وارزقنا مرافقة حبيبك في جنات النعيم

آمين يارب العالمين.

پرائز بانڈ کا تعارف اور اس کی شرعی حیثیت

حکومت کو کبھی عوام سے قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے، اسکے لئے وہ وقتاً فوقتاً مختلف طریقوں سے قرض وصول کرتی رہتی ہے لیکن ظاہر ہے کوئی شخص بھی اپنی رقم حکومت کو اس طرح دینے پر تیار نہیں ہوتا، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکا مال محفوظ بھی رہے اور اسے نفع بھی حاصل ہوتا رہے، اس لئے حکومت عوام سے قرض حاصل کرنے کے لئے ایسے اقدامات کرتی ہے کہ جن سے عوام متاثر ہو کر نفع کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ بچتیں حکومت کے پاس جمع کرا دیں۔

''پرائز بانڈ'' بھی اس مقصد کے حصول کا ایک طریقہ ہے، حکومت مختلف قیمتوں کے بانڈز جاری کرتی ہے جو اس بات کی دستاویز اور رسید ہوتی ہے کہ اس بانڈز ہولڈر نے اتنی رقم حکومت کو قرض دی ہے اب اس کو اختیار ہے چاہے قرعہ اندازی میں شامل ہونے کے لئے بانڈز اپنے پاس رکھے یا بینک میں جمع کرا کے اپنی رقم وصول کرے، یا اسے کسی اور شخص کو دیکر اُس سے اپنی رقم وصول کرے، اور پھر ایک مدت کے بعد حکومت قرعہ اندازی کراتی ہے جس کا نمبر نکل آتا ہے ''پرائز'' کے نام سے اس کو بھاری رقم دی جاتی ہے۔

لہٰذا ہر پرائز بانڈ لینے والا اس اُمید پر لیتا ہے کہ شاید مجھے یہ بھاری رقم مل جائے اور حکومت اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ وہ مقررہ مدت پر قرعہ اندازی

کرائے، اور جس کا نمبر نکل آئے اس کو وہ مقرر کردہ رقم کی ادائیگی کرے۔

بانڈز ہولڈر کا یہ قانونی حق ہے کہ اگر حکومت اس کے حق میں پس و پیش کرے تو بانڈ ہولڈر عدالت کے ذریعے سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے مذکورہ تفصیل پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱)......حکومت اور بانڈ ہولڈرز کے درمیان یہ معاملہ قرض کا ہے، حکومت مدیون، (مقروض)، جبکہ بانڈ ہولڈرز، دائن (قرض خواہ) ہیں۔

(۲)......حکومت کی طرف سے ملنے والی رقم قرض پر مشروط اضافہ ہے جس کا حکومت بحیثیت مجموعی، لاعلی التعین بانڈز ہولڈرز سے وعدہ کرتی ہے۔

(۳)......بانڈز خود مال نہیں بلکہ مال کی دستاویز اور رسید ہے۔

(۴)......بانڈز کا لین دین شرعاً بیع نہیں بلکہ حوالہ ہے۔

بانڈ ہولڈر اور بانڈ جاری کرنے والے ادارے کا معاملہ

بانڈ ہولڈر جب حکومت کو یا کسی مالیاتی ادارے کو قیمت دیکر بانڈ حاصل کر لیتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اتنے روپے اس ادارے کو قرض دیئے اور ادارے نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ واقعتاً مذکورہ شخص نے ہمیں اتنے روپے قرض دیئے جس کا ثبوت اور دستاویز ادارے کی طرف سے جاری کردہ بانڈز ہیں۔

چنانچہ خود لفظ بانڈ سے بھی یہی معنی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ انگلش میں بانڈ

وثیقہ اور دستاویز کو کہتے ہیں "المورد" میں بانڈ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "BOND" "سند، أو وثیقة الدین، صک التأمین".

المورد ص 117 (دار العلم للملايين بيروت)

بانڈز جاری کرنے والا ادارہ خود اس کو قرض سمجھتا اور لکھتا ہے لہٰذا شرعاً بھی قرض شمار ہوگا اور رقم جمع کرانے والا بھی اسے قرض خیال کرتا ہے، اس لئے کہ رقم دینے والے کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر میرے نام کا انعام نکل گیا، تو مجھے اضافی رقم مل جائیگی جو کہ دی ہوئی رقم سے کئی گنا زائد ہوتی ہے۔

اگر اضافی رقم حاصل نہ کرسکا، تو بانڈ دے کر میں واپس اپنی اصل رقم حاصل کرسکتا ہوں اور قرض کی حقیقت بھی یہی ہے۔

الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید میں ہے:

القرض شرعاً :

ماتعطیه من مثلی لتقاضی مثله

الفقه الحنفي في ثوبه الجديد ٤/ ٢١٢ (دار القلم دمشق)

وفی الفقه الاسلامی :

القرض لغةً:

القطع،سمی المال المدفوع للمقترض قرضاً، لأنه قطعه من مال المقرض،تسمية المفعول باسم المصدر ويسمى أيضاًالسلف،

واصطلاحاً عندالحنفية:

هوماتعطيه من مال مثلي متقاضاه أو بعبارة أخرىٰ، هو عقد مخصوص يردعلى دفع مال مثلي لأخرليردمثله.

مندرجہ بالاعبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرض کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ مال دینا کہ وہ اس کی مثل واپس کرے گا اور بانڈ ہولڈر کے اور بانڈ جاری کرنے والے ادارے کے مابین بھی یہی معاملہ ہوتا ہے کہ ادارہ بانڈ ہولڈر کو اصل رقم مع اضافہ واپس کرتا ہے یا صرف اصل رقم واپس کرتا ہے۔

چنانچہ تمام معاصر فقہاء نے اس معاملہ کو قرض قرار دیا ہے جن کے فتاویٰ تفصیل کے ساتھ آگے آنے والے ابواب میں پیش کئے جائینگے۔

ذیل میں صرف دو عبارتیں بطور استشہاد کے پیش کی جاتی ہیں

(۱)......ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اس پر ''مجمع الفقہ الاسلامی'' کا ایک متفقہ قرارداد پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''إن السندات التى تمثل التزاماًدفع مبلغها مع فائدة منسوبة إليه أو نفع مشروط، محرمة شرعاً من حيث الإصدار أو الشراء أو التداول''؛ لأنها قروض ربوية، سواء كانت الجهة المصدرة لها خاصة أم عامة ترتبط بالدولة ، ولا أثر لتسميتها شهادات أوصكوكاً استثمارية أو إدخاريةً أو تسمية الفائدة الربوية الملتزم بها ربحاً

أو ريعاً أو عمولةً أو عائداً".

الفقه الاسلامی و أدلته:قرارات بشأن السندات : ۱۸۸/۷ ٥

مذکورہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ایسے بانڈز جن پر مشروط اضافہ ملتا ہے، اس معاملہ کی حقیقت قرض پر سود لینے کی ہے، ایسے بانڈز کو جاری کرنا، خریدنا، بیچنا اور اس پر نفع لینا قطعاً جائز نہیں اور نام بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲)......شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے " بحوث في قضايا فقهية معاصرة" میں بھی اسے قرض کا معاملہ قرار دیا ہے۔

"بحوث فی قضایافقہیہ معاصرہ" میں ہے:

وحقيقتها أن الحكومة ربماتحتاج إلى الإستقراض من عامة الشعب لمواجهة عجز ميزانيتها؛فتعطى كل مقرض سنداً يمثل مديونية الحكومة تجاه حامله"

بحوث : ج ۲ / ۲۰۳ احکام الحوائزدارالعلوم کراچی

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت نے اسی معاملہ کو قرض قرار دیا ہے.

حاصل یہ کہ عرب وعجم کے تمام معاصر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہے اسمیں بانڈز جاری کرنے والا ادارہ مستقرض (مقروض) اور بانڈ ہولڈر (مقرض) (قرض خواہ) ہے۔

پرائز بانڈ لینا

یہ معاملہ چونکہ قرض ہے اور اس پر ملنے والی رقم سود ہے تو سودی عقد ہونے کی سے وجہ پرائز بانڈ لینا ہی جائز نہیں ہے اس لئے کہ جیسا سود لینا ناجائز ہے اس طرح سودی عقد بھی ناجائز ہے، لہٰذا اگر بانڈ ہولڈر کی، انعام لینے کی نیت نہ ہو، تب بھی یہ معاملہ ناجائز ہے اگر کسی نے نادانستہ طور پر بانڈز لے لئے ہیں تو شرعاً لازمی ہے کہ فوراً اس ادارے کو واپس کرادے جس سے لئے ہیں، یا پرائز بانڈ جاری کرنے والے ادارے میں جمع کرادے، جتنا جلد ممکن ہو اس معاملے کو ختم کردے۔

پرائز بانڈ پر انعام لینا

یہ معاملہ چونکہ قرض کا ہے اور ملنے والی رقم قرض پر مشروط اضافہ ہے جو کہ حرام اور ناجائز ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ پرائز بانڈز جاری کرنے والا ادارہ تمام بانڈز ہولڈرز سے ایک وعدہ کرتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد قرعہ اندازی ہوگی اور جس کا نام نکل آیا، ادارہ اس شخص کو وہ رقم دے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور قانوناً بھی ادارہ اس کا پابند ہوتا ہے. چنانچہ اگر ادارہ کبھی اپنا وعدہ پورا کرنے سے پہلو تہی کرے تو مذکورہ شخص کو عدالتی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے اور یہی قرض پر مشروط اضافہ ہے جس کو شریعت نے سود قرار دیا ہے اور نصوص میں اس کی صراحت موجود ہے: ”**کل قرض جر نفعاً فھو ربا**“..

سود خوری کا گناہ

سود کھانا بدترین گناہ اور سنگین جرم ہے جسکی شناعت اور قباحت قرآن مجید کی بہت ساری آیتوں میں انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے اختصار کی وجہ سے صرف ایک آیت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿فان لم تفعلو فأذنو ابحرب من اللہ و رسولہ﴾

ترجمہ...... "اگر تم سود کھانے سے باز نہیں آتے تو تمہیں اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے"۔

اس سے بڑا اشقی، بدبخت، روسیاہ کون ہو سکتا ہے جو احکم الحاکمین اور سید المرسلین ﷺ سے جنگ کی ٹھان لے۔ کیا اللہ جل شانہ سے بھی کوئی مقابلہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

﴿ومن یعصهما فإنه لایضر إلا نفسه ولا یضر اللہ شیئاً﴾

"اللہ جل جلالہ کا کون کیا بگاڑ سکتا ہے اپنی ہی ہلاکت و بربادی ہے"۔

نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نے اس پر بہت سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں جنہیں دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

صرف ربا (سود) سے متعلقہ احادیث و آثار کو بعض علماء نے مستقل کتابوں کی شکل میں جمع فرمایا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے "مسئلہ سود" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس

میں سود سے متعلق بہت ساری احادیث وآثار کو جمع فرمایا ہے۔

ذیل میں چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں:

(۱)......عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: أتيت ليلةً أسری بی علی قوم بطونهم كالبيوت، فيهاحيّات تری من خارج بطونهم فقلت: من هولاء ياجبريل؟ فقال: هولاء أكلة الربا.

''حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، معراج کی رات کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا، ان کے پیٹ کمرے جتنے بڑے تھے اوران کے اندر سانپ رینگتے ہوئے باہر سے دکھائی دیتے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا یہ لوگ کون ہیں! فرمایا، ''سود کھانے والے''

عنه:قال: قال رسول الله ﷺ الرباسبعون حوباً أيسرها أن ينكح الرجل أمه.

''حضرت ابوھریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ سود کے ستر درجے ہیں ان میں سے سب سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے''۔

سود کی اس حرمت اور قباحت کی وجہ سے شریعت نے قرض پر ہر قسم کے نفع کو ناجائز اور حرام قرار دیا اگر چہ نفع قرض پر اضافے کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔

قرض پر کسی قسم کا نفع لینا

مقروض شخص کا ہدیہ قبول کرنا اور اسکی سواری وغیرہ استعمال کرنا جبکہ اس قرض کے معاملہ سے پہلے انکے درمیان یہ سلسلہ نہ تھا، نا جائز ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مٹھی گھاس لینے کو بھی حرام قرار دیا۔

عن أنسؓ إذاأقرض أحدكم أخاه قرضاً فأهدى إليه طبقاً، فلا يقبله أوحمله على دابته، فلايركبهاإلاأن يكون جرى بينه و بينه مثل ذلک.

"ابن ماجه باب القرض "

"تم میں سے کوئی اگر اپنے بھائی کو قرض دے پھر وہ اسے کوئی طبق کھانے وغیرہ کا بطور ھدیہ کے پیش کرے، تو اس کا ھدیہ قبول نہ کرے ،اگر وہ تمہیں اپنے سواری پر سوار کردے تو سوار نہ ہونا مگر اس صورت میں کہ قرض دینے سے پہلے بھی وہ ایک دوسرے کو ھدیہ دیتے تھے"۔

عن زربن حبيش قال: أتيت أبي بن كعب، فقلت: إني أريد العراق أجاهد، فاخفض لي جناحک، فقال لي أبي بن كعب:إنک تأتي أرضاً فاشياً بها الربا ، فإذا أقرضت رجلاً قرضاً فأهدى لک هدية فخذ قرضک واردد إليه هديته.

"المصنف لعبدالرزاق(ج۸ ص۱۴۳) کتاب البیوع"

باب الرجل يهدى لمن أسلفه، رقم (١٤٦٥٢)

حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب تم کسی شخص کو قرض دو پھر وہ تم کو کچھ ھدیہ دے تو اپنا قرض اس سے لیا کرو اور ھدیہ واپس کر دیا کرو.

تکملہ فتح الملہم میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

"من أسلف سلفاً فلایشترط أفضل منه وإن کان قبضةً من علف فھو ربا".

"جو شخص کسی کو کوئی قرض دے تو اس پر اضافہ نہ لے، اگر گھاس کی ایک مٹھی بھی لی تو وہ سود ہوگا".

اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی دوسری روایت ہے۔

"قال رجل لابن مسعودؓ:إنی إستسلفت من رجل تسعمائة علی أن أعیره ظھرفرسی . فقال عبداللہؓ: ما أصاب منه فھو ربا".

"حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے ایک شخص سے اس شرط پر قرض لیا ہے کہ میں اسے اپنی سواری استعمال کے لئے دونگا تو آپ نے فرمایا اسکا سواری سے نفع اٹھانا سود ہے"۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ کا سود سے بچنے کا اہتمام

حضرات صحابہ کرامؓ سود سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ جہاں سود کا شبہ ہوتا اس معاملہ کو چھوڑ دیتے چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول مشہور ہے جو

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے سود سے اوراسکی مشابہت سے بھی بچنے کا حکم کتنے اہتمام اور تاکید سے دیا ہے۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کا رسالہ ''مسئلہ سود''۔

قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں کیا کیا جائے

اول تو پرائز بانڈ لینا جائز نہیں اگر جہالت یا غفلت کیوجہ سے لے لیا تو فوراً واپس کرنا ضروری ہے، لیکن اگر واپس نہیں کیا تھا کہ قرعہ اندازی میں نام نکل آیا تو اب اس رقم کا کیا کریں؟

اس رقم کا خود اپنے استعمال میں لانا تو اس شخص کے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور اس رقم کو ان کے پاس چھوڑنا اس لئے نہیں چاہیئے کہ عملہ خود کھائے گا اور یہ سبب بنے گا ان کی حرام خوری کا، اس لئے علماء انکے پاس رقم چھوڑنے کا مشورہ نہیں دیتے ہیں بلکہ ان سے رقم لیکر بغیر نیتِ ثواب کے، کسی مستحقِ زکوۃ کو دی جائے کیونکہ ایسے اموال کا مصرف فقراء ہیں۔

بعض حضرات علماء کی رائے یہ ہے کہ سود کی اس رقم سے پرائز بانڈ خرید کر انہیں چاک کر دیا جائے اس طرح ادارے کو رقم واپس مل جائے گی اور سودی رقم کا اصل حکم یہی ہے کہ مالک کو وہ رقم واپس کر دی جائے۔

اس طریقے سے رقم اصل ادارے کو تو مل جاتی ہے لیکن ادارہ پھر اس رقم کو اسی سرکل میں داخل کر دیتی ہے دوبارہ انعام نکلنے کی صورت میں اگر بانڈز

ہولڈر نہیں ملا تو عملہ خود اس رقم کو کھالے گا جسکا سبب بانڈ ہولڈر بنا، اس پر مستزاد یہ کہ بانڈ لینا درحقیقت ایک سودی عقد ہے جس طرح سود لینا حرام ہے اسطرح سودی عقد کرنا بھی حرام ہے۔ اس پر یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص رقم واپس کرنے کے لئے یہ عقد کر رہا ہے، لہٰذا یہ سودی عقد نہ ہوا۔ لیکن یہ رقم دوبارہ سرکل میں داخل ہو کر نیتجتاً پھر سود کھلانے کا باعث بنے گا۔

لہٰذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم لیکر بغیر نیتِ ثواب کے، مستحقین زکوٰۃ کو دی جائے۔

پرائز بانڈ پر زکوۃ

پرائز بانڈ کی حقیقت جب معلوم ہوگئی کہ یہ قرض ہے تو زکوۃ کی ادائیگی کے اعتبار سے دیون کی جو تین قسمیں بیان کی ہیں ''قوی، ضعیف، متوسط'' یہ پہلی قسم یعنی دین قوی میں داخل ہے، لہٰذا اصل رقم کی زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے، البتہ اضافی رقم سارا کا سارا حرام ہے اور اس کو صدقہ کرنا لازم ہے اس لئے اسمیں زکوۃ نہیں۔

پرائز بانڈ میں وراثت کا حکم

اگر کسی بانڈ ہولڈر کا انتقال ہوجائے تو دوسرے واجب الوصول قرضوں کی طرح اسکی اصل رقم بھی ایک واجب الوصول قرض ہے اس واسطے تقسیم ترکہ کے وقت اسے بھی ترکہ میں شامل کر دیا جائیگا۔

پرائز بانڈ خود مال نہیں

پرائز بانڈ خود مال نہیں ایک وثیقہ اور دستاویز ہے اس قرض کی، جو بانڈ ہولڈر ''اسٹیٹ بینک'' کو دے چکا ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

پرائز بانڈ کو اصل رقم سے کم یا زیادہ پر بیچنا

پرائز بانڈ خود مال نہیں بلکہ ایک وثیقہ اور دستاویز ہے اس قرض کی، جو بانڈ ہولڈر اسٹیٹ بینک کو دے چکا ہے۔ لہٰذا اس کو آگے کسی کو دینا بیع نہیں حوالہ ہے اس وجہ سے اس پر لکھی ہوئی قیمت ''فیس ویلیو'' سے کم یا زیادہ پر بیچنا جائز نہیں۔

پرائز بانڈ کا پرائز بانڈ سے تبادلہ

پرائز بانڈ کا پرائز بانڈ سے تبادلہ جائز نہیں کیونکہ یہ ''بیع الدین بالدین'' ہے: جس کو بیع الکالی بالکالی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''نهی رسول الله ﷺ عن بيع الكالی بالكالی''

الجامع الصغير مع شرحه فيض القدير، رقم الحديث (۹۳۷۰)

بانڈ کے ذریعہ اشیاءِ صرف خریدنا

پرائز بانڈ کے ذریعے اشیاء خریدنے کی صورت میں بیع (یعنی خریدی جانے والی چیز) پر قبضہ ضروری ہے اگر اسی مجلس میں مبیع پر قبضہ نہیں کیا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی۔

پرائز بانڈ سے متعلق اکابر علماءِ اُمّت اور معاصر اہلِ اِفتاء کے فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ احسن الفتاوی میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال وجواب کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سوال...........انعامی بانڈز خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...........جائز نہیں سود اور جوا کا مجموعہ ہے، حرام در حرام ہے۔

(احسن الفتاوی ج ۲۷/۷)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' انعامی بانڈز کے انعام میں ملنے والی رقم حرام ہے اس کا استعمال جائز نہیں''۔

(آپ کے مسائل اور انکا حل ج ۲۷۲/۶)

''انعامی بانڈز کی رقم لینا جائز نہیں جتنے میں خریدا ہے اتنی ہی رقم میں اسے واپس کر دینا درست ہے''۔

(آپ کے مسائل ج ۲۷۴/۶)

حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

اب تک قمار بازی کے معاملات میں جو نئے نام اور نئے عنوانات سے دھوکے دیئے جا رہے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱)......مختلف کمپنیوں اور حکومت کے اداروں کی جانب سے مختلف ناموں سے انعامی بانڈز کے ذریعے سرمایہ بڑھانے کی اسکیم، اور قرعہ اندازی اور لاٹری کے ذریعے سرمایہ کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ امیر بنانے

والے پروگرام۔

(جواہر الفتاوی ج ۱۸۹/۳)

پرائز بانڈ سے متعلق احقر نے اپنے دارالافتاء کے ساتھیوں کی مشاورت سے ایک سوال مرتب کر کے نامور اربابِ فتوی کو بھیجا تھا اور ان حضرات نے بڑے اہتمام سے جواب ارسال فرمایا "جزاهم الله عني وعن سائر المسلمين"

سوال اور جوابات کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

پرائز بانڈ لینے والے اور پرائز بانڈ جاری کرنے والے ادارے کے درمیان لین دین کی فقہی اعتبار سے حیثیت اور اس کا حکم کیا ہے؟

عام بانڈ ہولڈر اور بانڈ لینے والے کے درمیان لین دین کا کیا حکم ہے؟ اور قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں ملنے والی رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں، عدم جواز کی صورت میں ادارہ کے پاس چھوڑنا چاہیئے، یا وہ رقم لیکر بغیر نیت ثواب کے مستحقین زکوۃ میں تقسیم کردی جائے، پرائز بانڈ پر زکوۃ ہوگی یا نہیں، اس کی وضاحت فرمائیں؟

پرائز بانڈ خود مال ہے یا اس قرض کی دستاویز ہے جو بانڈ ہولڈر نے بانڈ جاری کرنے والے ادارے کو دیا ہے؟ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

سمیع اللہ

رفیق شعبہ افتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4 کراچی نمبر 25

دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جواب ذیل موصول ہوا

الجواب حامداً و مصلیاً

پرائز بانڈ لینے والے اور جاری کرنے والے ادارے کے درمیان معاملہ کی حیثیت شرعاً قرض کی ہے، درحقیقت جب حکومت کو اپنے اخراجات کے لئے رقم کی حاجت ہوتی ہے تو عوام سے قرض حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی دستاویزات اور تمسکات جاری کرتی ہے، لوگ ان دستاویزات پر لکھی ہوئی قیمت دے کر انہیں لے لیتے ہیں، یہ دستاویزات جمع کیے گئے قرض کی سند اور رسید ہوتی ہیں، اب حکومت ہزاروں لوگوں سے حاصل کردہ قرض کی اس رقم کو عموماً سودی کاروبار میں استعمال کرتی ہے یعنی اداروں کو سود پر دیتی ہے، پھر وہاں سے حاصل شدہ سود کا کچھ حصہ مقرر کردہ شرح کے مطابق بانڈ ہولڈرز میں تقسیم کرتی ہے، اور تقسیم میں چونکہ ہر ایک کو دینا طے نہیں ہے اسلئے تقسیم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی جاتی ہے قرعہ میں جسکا نام نکل آئے اسکو وہ رقم دیدی جاتی ہے۔

اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ پرائز بانڈ پر ملنے والا انعام شرعاً سود ہے اور سودی انعام کی تقسیم کا یہ طریقہ جوئے سے مشابہ ہے۔ لہٰذا مروجہ انعامی بانڈز لے کر ان پر انعام کی شکل میں نفع حاصل کرنا شرعاً سود ہونے کی بناء پر ناجائز اور حرام ہے، اسلئے اسکے لینے سے احتراز لازم ہے، اس سلسلے میں بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ چونکہ بانڈز پر زیادتی مشروط نہیں ہوتی اسلئے یہ سود نہیں، کیونکہ اگرچہ یہاں انفرادی طور پر زیادتی مشروط نہیں ہوتی لیکن مجموعی رقم پر زیادتی

مشروط ہوتی ہے، چنانچہ اگر کبھی حکومت مطلقاً انعامی بانڈز پر انعام کی قرعہ اندازی سے انکار کر دے اور انعام نہ دے تو بانڈ ہولڈر کو اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ درج کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، اس لئے زیادتی مجموعی اعتبار سے مشروط ہوتی ہے، اور اس زیادتی کا بعض کو ملنا بھی یقینی ہے، لہٰذا بانڈز پر ملنے والا انعام سود ہے، جس کا لینا ناجائز ہے۔

اگر کسی نے غلطی سے پرائز بانڈ کے انعام کی رقم وصول کر لی ہو تو اس پر اولاً لازم ہے کہ وہ مذکورہ رقم حکومت کے خزانے میں واپس جمع کروائے، اور اگر واپس جمع کرانا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس رقم کو بلا نیت ثواب فقراء و مساکین پر صدقہ کر دے۔ پرائز بانڈ خود مال نہیں ہے، بلکہ وہ قرض کی رسید ہے۔

پرائز بانڈ کے ذریعے جمع کردہ رقم دین قوی ہے، اور دین قوی پر زکوۃ کا حکم یہ ہے کہ اس کے مالک پر اس رقم کی زکوۃ واجب ہے، البتہ فی الفور ادائیگی واجب نہیں ہے، جب یہ رقم مل جائے اس وقت ادائیگی واجب ہوگی، اور گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی واجب الاداء ہوگی۔۔۔۔۔۔۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	محمد افتخار بیگ
احقر محمود اشرف عفی اللہ عنہ	دارالافتاء دارالعلوم کراچی 14
۱۴۲۳/۱۱/۲۶ھ	۱۴۲۳/۱۱/۲۳ھ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے کسی سائل کے ایک مفصل سوال نامہ کے جواب میں بہت مختصر اور جامع انداز میں اس پر گفتگو فرمائی ہے:۔

الجواب حامداً و مصلیاً

آپ کے سوالات پر غور کیا گیا، غالباً آپ نے انعامی بانڈ کی اسکیم کا رول اور اس کے متعلق دیگر تحریرات کا مطالعہ نہیں فرمایا، ورنہ شاید اس قدر سوالات قائم کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، چنانچہ انعامی بانڈ کی اسکیم کے متعلق جو تحریرات ہمارے یہاں محفوظ ہیں ان میں غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ:

حکومت ہر انعامی بانڈ والے شخص سے اس کے دیئے ہوئے قرض پر سود دینے کا معاہدہ تو نہیں کرتی، لیکن انعامی بانڈ حاصل کرنے والے تمام افراد سے بحیثیت مجموعی یہ بات بہر حال طے ہے کہ وہ انہیں انعام ضرور تقسیم کرے گی اگر وہ ایسا نہ کرے تو انعامی بانڈ رکھنے والا ہر فرد انعام تقسیم کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے، بلکہ وہ بذریعہ عدالت بھی حکومت کو انعام تقسیم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

اس تفصیل سے انعامی بانڈ کی اسکیم کی پوری حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انعامی بانڈ کی رقم حکومت پر قرض ہے جس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں، جب چاہیں لے سکتے ہیں اور انعامی بانڈ رکھنے والوں کو بصورت انعام جو کچھ ملتا ہے وہ اسی قرض پر ملتا ہے اور وہ بحیثیت مجموعی، جملہ انعامی بانڈ رکھنے والوں سے مشروط ہے، اور قرض پر ہر قسم کا مشروط نفع احادیث وفقہ کی روشنی میں بلاشبہ سود ہے۔

لہٰذا انعامی بانڈ پر نکلنے والا انعام سود ہے، اس کو وصول کرنا اور اپنے استعمال میں لانا حلال نہیں ہے، جتنے روپے کا انعامی بانڈ ہے، بس اسقدر رقم واپس لے سکتے ہیں، اگر کسی نے غلطی سے انعام کی رقم بھی وصول کرلی ہو تو انعام والی رقم کے انعامی بانڈ خرید کر جلا دے یا چاک کر کے ضائع کردے تاکہ حکومت کو سود کی رقم واپس پہنچ جائے، کیونکہ اس رقم کا اصل حکم یہی ہے کہ جس سے وصول کی ہو، اسی کو لوٹائے، اور جب اصل کو لوٹانا متعذر ہو جائے تو بلا نیت ثواب کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک اور قابض بنا کر دیدے۔

اور انعامی بانڈ کے انعام کو تجارتی انعام پر قیاس کرنا درست نہیں، اسی طرح انعامی بانڈ کے لین دین کو فقہی لحاظ سے بیع قرار دینا بھی صحیح نہیں، کیونکہ حقیقتاً یہ خرید و فروخت نہیں بلکہ قرض کا لین دین ہے۔

فی ردالمحتار: (ص ۱۷٤ ج ٤)

(قوله کل قرض جرنفعاً حرام) ای إذا کان مشروطاً کما علم مما نقله عن البحر عن الخلاصة، وفی الذخیرة وإن لم یکن النفع مشروطا فی القرض فعلی قول الکرخی لاباس به

فی الدر المختار: (ص ۱۷۰ ج ٤)

ولزم تأجیل دین إلا فی سبع علی مافی مداینات الاشباه بدلیل صرف ....

والسابع القرض فلا یلزم تأجیله ، الخ.... واللہ اعلم .

بندہ عبدالرؤف سکھروی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر۱۴

۲۹۔۱۱۔۱۴۱۱ھ

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فتاویٰ بینات میں پرائز بانڈ سے متعلق مفصل اور مدلل فتوی شائع ہوا۔ جو درج ذیل ہے۔

پرائز بانڈ پر ملنے والے انعام کا حکم

جناب مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ ''پرائز بانڈ'' کے متعلق معلومات چاہئیں کہ آیا ''پرائز بانڈ'' کا لین دین کرنا اور اس پر دیئے جانے والے انعام کا حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ ادارہ یعنی اسٹیٹ بینک آف پاکستان اس کو سود ہی ظاہر کرتا ہے اور یہ سود لاٹری سسٹم سے انعام کے طور پر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں کسی کو نہیں ملتا کسی کو اپنی رقم سے کئی گنا زیادہ اور کسی کو بہت تھوڑا ۱۰۰، ۲۰۰ روپے انعام ملتا ہے۔

لہٰذا برائے مہربانی مدلل حوالے کے ذریعہ بتائیں کہ پرائز بانڈ کا کاروبار اور اس پر ملنے والا انعام جائز ہے یا ناجائز؟

سائل:

عبدالعزیز ولد حاجی عمر معرفانی

سولجر بازار کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے زندگی کو شامل اور حاوی ہے ابتدائے آفرینش سے لے کر قبر کی منزل تک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں انسانیت کی رہنمائی کے لئے اسلام کی واضح ہدایت اور معتدل تعلیمات

موجود نہ ہوں، عبادات ہوں یا معاملات، معاشیات ہوں یا معاشرت، اخلاقیات ہوں یا آداب زندگی، اقتصادیات ہوں یا جدید معاشیات غرض ہر شعبہ میں اسلام، انسانیت کی قیادت وسیادت کے فرائض انجام دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

مذہبِ اسلام کا کمال یہ بھی ہے کہ ہر دور میں بلکہ ہر زمان ومکان میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے زمانہ کی برق رفتاری اور بدلتے ہوئے حالات میں بھی اس کی قیادت برقرار رہتی ہے۔

اسلام اس بے مثال معاشی نظام کا نام ہے جس میں ایسی آمدنی اور کمائی سخت ناپسند کی جاتی ہے جو گھر بیٹھے بلا محنت ومشقت کے حاصل ہو، اسلام میں وہ رقم بھی ناجائز اور حرام ہے جو دوسروں کے استحصال سے حاصل کی گئی ہو، اور براہِ راست دولت کے ذریعہ دولت حاصل کی جاتی ہو، چنانچہ سود اس لئے حرام ہے کہ سود لینے والے کو بغیر معاوضہ ومحنت کے آمدنی آتی رہتی ہے وہ کسی دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتا ہے شریعت مطہرہ میں کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دولت اکٹھا کرنا، ناحق طور پر مال حاصل کرنا ناجائز ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا لاتأکلوا أموالکم بینکم بالباطل......الخ﴾

(النساء:۲۹)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق‘‘۔

جو شخص ناحق طور پر مال حاصل کرے قرآن کریم میں اس کے لئے وعید شدید آئی ہے۔

﴿ومن یفعل ذلک عدواناً وظلماً فسوف نصلیه ناراً وکان ذلک علی اللہ یسیراً﴾

(النساء: ۳۰)

ترجمہ...... ''جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے''

واضح رہے کہ جتنے ناجائز اور غیر مشروع طریقے اس وقت ہماری معیشت میں رائج ہیں اس میں سود اور جوا ایسے عناصر ہیں جو اپنے تمام تر دینی و دنیاوی اور اخلاقی نقصانات کے باوجود پوری دنیا میں خصوصاً عالم اسلام کی معیشت میں بھی اس طرح عام ہو گئے ہیں، کہ آج ایسی چیزوں کو اقتصادیات اور تجارت کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا ہے، اور یہ تصور عام ہونے لگا ہے کہ آج کوئی تجارت یا صنعت یا اور کوئی معاشی نظام بغیر سود کے چل ہی نہیں سکتا، لیکن اگر ماحول کی تقلید سے بلند و بالاتر ہو کر وسیع نظر سے معاملات کا جائزہ لیا جائے تو یہ نتیجہ ضرور نکلے گا کہ سود اور جوا معاشیات کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں بلکہ انسانی معیشت کے لئے خطرناک کینسر ہے کہ جب تک اس کو آپریشن کر کے نہ نکالا جائے گا دنیا کی معیشت اور تجارت اعتدال پر نہ آ سکے گی۔

علاوہ ازیں سود اور جوا، دو ایسے مستقل گناہ ہیں جن کی قباحت اور برائی اور تباہ کاریوں کا ذکر قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی مستند احادیث میں واضح اور ٹھوس الفاظ میں آیا ہے۔

اللہ جل جلالہ نے سود پر شدید اور اتنی سخت وعید فرمائی ہے، جو کسی دوسرے

گناہ پر نہیں آئی ہے حتی کہ سودی کاروبار کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿یا أیّها الّذِینَ آمنوا اتّقوا الله وذروا ما بقی من الربوا إن کنتم مُؤْمِنِیْنَ ○ فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾

(البقرة :۲۷۸، ۲۷۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو"۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"الرباسبعون جزئاً أیسرها أن ینکح الرجل أمه"

مشکوۃالمصابیح۔ کتاب البیوع۔باب الربوا۔ الفصل الثالث۔ ۲٤٦/۱۔ ط:قدیمی

"سود کے مفاسد کی ستر قسمیں ہیں ان میں سے ادنیٰ قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے"۔

"عن أبی هریرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : أتیت لیلة أسری بی علی قوم بطونهم فیها الحیات تری من خارج بطونهم فقلت: من هولاء یا جبرئیل قال: هولاء اکلة الربا (المرجع السابق

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

معراج کی رات میرا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے پیٹ کمروں کے مانند (بڑے بڑے) تھے اور ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہیں، کہا یہ لوگ سودخور ہیں"۔

اسی طرح اللہ جل جلالہ نے جوئے اور قمار بازی کے معاملات کو نہ صرف حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کو انسانی معیشت کے لئے نجاست، گندگی، انسانیت کے درمیان بغض وعداوت کا سبب اور شیطانی عمل قرار دیا ہے اور اس کو یاد الٰہی اور سب سے اہم عبادت نماز سے باز رکھنے والی چیز بتایا ہے، نیز آیت کی دلالت سے معلوم ہوتا ہے کہ جوا اور سودی معاملات انسانی زندگی کے لئے سخت مضر اور نقصان دہ ہیں اور ان سے بچنے میں انسان کی فلاح اور کامیابی ہے۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگ اپنی اور معاشرہ کی فلاح اور اصلاح چاہتے ہو تو جوئے اور سودی کاروبار کو بالکلیہ چھوڑ دو۔

﴿یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون ٥ إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة فهل انتم منتهون﴾ (المائدة: ۹۰، ۹۱)

"اے ایمان والو: بلا شبہ شراب اور جوا، بت اور جوئے کے تیر، یہ سب نجس ہیں، شیطانی عمل میں سے ہیں، ان چیزوں سے دور رہا کرو

تا کہ تمہیں فلاح ملے، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے
کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض اور عداوت پیدا کر دے اور اللہ
جل جلالہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو کیا تم باز آؤ گے''۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''من قال: تعال أقامرک فلیتصدق''

سنن ابی داؤد۔ کتاب الایمان والنذور

باب الیمین بغیر اللہ ٢/٤٦٣ :ط: میر محمد

''جس نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں پس
اس کا کفارہ یہ ہے کہ کچھ صدقہ کر دے''۔

شریعت مطہرہ میں قمار اور جوئے کی حرمت اس قدر تاکید سے آئی ہے
کہ محض اس کی طرف دعوت دینا بھی حرام قرار دیا گیا، قمار اور جوئے کی جو شکلیں
زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں اگر چہ ان کا عام رواج آج کل ہمارے معاشرے
میں کم ہے تاہم اس کی جگہ دوسرے بے شمار طریقے رائج ہو گئے ہیں ان رائج
جوئے اور قمار کے طریقوں میں بنیادی عناصر کو دیکھا جائے، تو ان کی اصلیت
اور حقیقت وہی ہے جو ایام جاہلیت میں موجود تھی، زمانے کی جدت کے ساتھ
جس طرح ہر چیز کے اندر جدت اور تبدیلی آرہی ہے اسی طرح قمار اور جوئے
کے کاروبار میں بھی خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں اب تک قمار بازی کے معاملات
میں نئے نام اور نئے عنوانات سے سادہ لوح مسلمانوں کو جو دھوکے دیئے
جارہے ہیں ان میں سے عام انعامی بانڈز کے علاوہ پرائز بانڈ کا وہ کاروبار بھی

شامل ہے جو آج ملکی سطح پر پھیلا ہوا ہے، اس کے علاوہ مختلف کمپنیوں اور حکومت کے اداروں کی جانب سے بانڈز کے ذریعہ سرمایہ بڑھانے کی اسکیم اور قرعہ اندازی، لاٹری کے ذریعہ سرمایہ کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ راتوں رات امیر بنانے والے پروگرام بھی شامل ہیں۔

حکومت کی طرف سے جو پرائز بانڈ (نیشنل سیونگ سٹرفکیٹ) آج کل جاری کئے جارہے ہیں ان پر معمولی غور کرنے سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ سود اور جوئے کی ایسی شکلیں ہیں جو اسلامی شریعت کی رو سے قطعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

ان پرائز بانڈ میں سود کا وجود تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ سود کی حقیقت یہ ہے کہ مال کا مال کے بدلے معاملہ کرنے میں ایک طرف سے ایسی زیادتی ہو کہ جس کے مقابلہ میں دوسری طرف سے کچھ نہ ہو۔

جیسا کہ "فتاوی عالمگیری" میں ہے:

"الربا وهو فی الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض فی معاوضة مال بمال"

الفتاوی الهندية۔الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز۔ الفصل السادس فی تفسير الربوا وأحكامه۔ ۱۱۷/۳۔

بعینہ یہی حقیقت پرائز بانڈ کے انعام میں بھی موجود ہے کیونکہ ہر آدمی مقررہ رقم دیکر پرائز بانڈ اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس سے قرعہ اندازی میں، نام آنے پر اپنی رقم کے علاوہ ایک خطیر رقم مل جائے، اور زائد اور اضافی رقم سود ہے

کیونکہ شرعاً نقد رقم کا تبادلہ اگر نقد رقم سے ہو تو برابری کے ساتھ لین دین کرنا ضروری ہوتا ہے، کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنا سود ہے۔

اسی طرح سود کی ایک اور حقیقت جو نزول قرآن سے پہلے بھی سمجھی جاتی تھی یہ تھی کہ قرض دے کر اس پر نفع لیا جائے، سود کی یہ تعریف ایک حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

"کل قرض جر منفعةً فهو ربا"

الجامع الصغير للسيوطي - ص ٣٩٤ -

دارالكتب العلمية بيروت لبنان

"یعنی ہر وہ قرض جو نفع کمائے سود ہے"۔

اسی وجہ سے احادیث میں اپنے مقروض کا ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت آئی ہے جبکہ اس سے پہلے ہدیہ اور تحفہ دینے کے معاملات آپس میں جاری نہ ہوں اور ایسا ہدیہ قبول کرنے کو اس لئے ناجائز قرار دیا ہے کہ وہ بھی ایک طرح کا قرض دیکر نفع حاصل کرنا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إذا أقرض الرجل الرجل فلا يأخذ هديةً".

مشكوة المصابيح- كتاب البيوع-باب الربوا-

الفصل الثالث- ٢٤٦/١ - ط قديمى

"جب کوئی شخص دوسرے کو قرض دے تو وہ اس سے ہدیہ نہ لے"۔

فقہ اسلامی کی مشہور کتاب "شامی" میں ہے:

"کل قرض جر نفعاً فهو حرام"

رد المحتار۔فصل فی القرض۔مطلب کل قرض جر نفعاً فهو حرام۔۱۶۶/۵ ۔

ط :ایچ ایم سعید

"یعنی ہر وہ قرض جو نفع کماتا ہے سود ہے"۔

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ ربا اس زیادتی کا نام ہے جو قرض کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو، سود کی یہ حقیقت پرائز بانڈ کے انعام پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ حکومتی ادارہ میں جمع کی ہوئی رقم قرض ہے کیونکہ ادارہ اسے اپنے تصرف میں لاتا ہے اور قرعہ اندازی میں نام آنے پر مقررہ رقم مالک کو دی جاتی ہے لہذا یہ قرض کے زمرے میں آتی ہے اور اس قرض کے عوض میں جو انعام (منافع) حاصل کیا جاتا ہے یہی سود ہے۔

اسی طرح موجودہ پرائز بانڈز کے انعام میں جوا بھی شامل ہے، جوا جسے عربی زبان میں "قمار" کہا جاتا ہے درحقیقت ہر وہ معاملہ ہے جس میں "مخاطرہ" ہو جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

"قال ابن عباسؓ المخاطرة قمار"

الجامع لأحكام القرآن للقرطبی ۳٦/۲۔

وجدت معناه ولم اجد هذا اللفظ فيه۔

نیز امام مالکؒ نے فرمایا:

الميسر ميسران: ميسر اللهو، وميسر القمار؛

فمن ميسر اللهو النرد والشطرنج والملاهی كلها،

ومیسر القمار ماتخاطر الناس علیه".

الجامع لأحکام القرآن للقرطبی۔تحت قوله تعالیٰ

یسئلونك عن الخمر۔ ۲/ ۳٦۔

''جوادوقسم پر ہے ایک قسم تو کھیل کود کا جوا ہے جیسے نرد اور شطرنج ہے اور دوسرے قسم کا جواوہ معاملات ہیں جن سے لوگ خطرے میں واقع ہوتے ہیں''۔

پرائز بانڈ کے حصہ داران زائد رقم وصول کرنے کی غرض سے رقم جمع کراتے ہیں لیکن معاملہ قرعہ اندازی اور اس میں نام آنے پر مشروط ہونے کی وجہ سے یہ لوگ خطرے میں رہتے ہیں کہ زائد رقم ملے یا نہ۔

چنانچہ قمار کی حیثیت کے متعلق امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''احکام القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"وحقیقته تملیک المال علی المخاطرة "

أحکام القرآن للجصاص.تحت قوله تعالیٰ إنما الخمر والمیسر.

۲/ ٤٦٥ ط: دارالکتب العلمیة بیروت۔

''یعنی قمار کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا معاملہ کیا جائے جو نفع ونقصان کے خطرے کی بنیاد ہو''۔

واضح رہے کہ کاروباری نقطۂ نظر سے جس کاروبار میں منافع نہ ہو وہ نقصان ہے تو جن حصہ داران کے نام قرعہ اندازی میں نہیں آتے وہ نقصان میں رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قمار (جوا) ہر وہ معاملہ ہے جو نفع وضرر کے درمیان دائر ہو، یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ معمولی رقم کے عوض میں بہت سارا مال مل جائے گا اور یہ بھی احتمال ہو کہ کچھ نہ ملے گا خواہ اصل رقم باقی رہے کیونکہ انہوں نے اصل رقم حاصل کرنے کے لئے رقم جمع نہیں کرائی تھی، بلکہ بڑی رقم کے طمع میں رقم جمع کرائی تھی جو انہیں حاصل نہیں ہوسکی اور وہ پیشمان ہوئے۔ لہٰذا حکومت کی طرف سے جاری کردہ پرائز بانڈ میں اصل رقم اگر چہ محفوظ رہتی ہے، چونکہ مزعومہ منافع نہیں مل سکے، تو وہ خسارے میں رہے اور جن کو قرعہ اندازی میں رقم ملی ہے ابتداء میں خطرے میں رہنے کی وجہ سے یہ معاملہ جوئے کا معاملہ تھا ملنے، نہ ملنے میں تردد تھا، قرعہ اندازی میں نام آنے پر زائد رقم مل گئی لیکن جوا کے معاملہ کے تحت ملی اور نقد کے بدلہ میں نقد نہیں، زائد رقم ملی تو یہ سود ہی ہے لہذا پرائز بانڈ جوئے اور سود کا مجموعہ ہے۔

اس لئے پرائز بانڈ کی خرید وفروخت کرنا اور اس سے ملنے والا انعام حاصل کرنا ازروئے شرع ناجائز اور حرام ہے، شیطانی عمل ہے، گندا معاملہ ہے، واجب الترک ہے کہ اس کے ترک میں انسانی فلاح وکامیابی ہے، اس کے خلاف کرنے میں شیطانیت ہے، اپنے کو گندا کرنا ہے، رب کریم کی غیظ غضب کو دعوت دینا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت دے، دین کا فہم دے اور ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق دے۔ واللہ اعلم

کتبہ: محمد عثمان چاٹگامی

بینات۔ جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح
محمد عبدالمجید دین پوری

الجواب صحیح
محمد عبدالقادر

دارالافتاء والارشاد کا ارسال کردہ جواب

الجواب ومنہ الصدق والصواب

(۱)...... پرائز بانڈ کی حقیقت یہ ہے کہ بانڈ جاری کرنے والے ادارے لوگوں سے قرض لے کر مختلف مقداروں کی رسیدیں اس وعدہ پر جاری کرتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ اضافی رقم یعنی سود دیا جائے گا، جس کو یہ لوگ انعام کا نام دیتے ہیں تو شرعاً اسکی حیثیت خالص غیر تجارتی سود لینے دینے کی ہے، جو بلا اختلاف سب کے ہاں بلکہ تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کے ہاں بھی ناجائز اور حرام ہے۔

(۲)......اور اگر انعامی بانڈ کے ذریعہ کوئی انعام یعنی سود نہ لے تب بھی اس قرض دینے سے کم از کم یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ اسکے ذریعہ رقم محفوظ ہوجاتی ہے، چنانچہ ھلاک ہونے کی صورت میں مستقرض (یعنی بانڈ جاری کرنے والا ادارہ) ضامن ہے جبکہ قرض کے ذریعہ کسی طرح کا فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں، کل قرض جر نفعا فھو ربا اور اگر بانڈ جاری کرنے والا ادارہ آگے یہ رقم سود پر دیتا ہے تو اس صورت میں تعاون علی الاثم کا گناہ بھی ہوگا۔

عام بانڈ ہولڈر بانڈ ادارے کا دلال ہے. لہٰذا اس سے معاملہ کرنا گویا ادارہ سے معاملہ ہے جسکا حکم اوپر بیان ہوا ہے، اگر کسی نے جہالت سے اس طرح کا گناہ کرلیا تو اس پر استغفار کرنا اور اس معاملہ کو ختم کرنا لازم ہے، اگر ختم کرنے سے پہلے انعام نکل آیا تو اسے وصول کرلے لیکن اس سود کو استعمال کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ بدون نیت ثواب کسی فقیر پر صدقہ کردینا واجب ہے. باقی بانڈ پر جو رقم

لگی ہوئی ہے دوسرے اموال کے ساتھ اسکی زکوۃ بھی واجب ہوگی، پرائز بانڈ مال نہیں بلکہ مال کی دستاویز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بندہ احسان اللہ شائق عفی اللہ عنہ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی ۱۸

۲۶ محرم ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح

سعید اللہ

دارالافتاء والارشاد

۲۶ محرم ۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح

حبیب اللہ عفی اللہ عنہ

دارالافتاء والارشاد کراچی ۱۸

۲۷ محرم ۱۴۲۴ھ

دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور سے درجہ ذیل جواب ارسال فرمایا گیا:

باسمہٗ سبحانہ وتعالیٰ:

الجواب بعنوان الوھاب

ہماری آخری معلومات تک پرائز بانڈ کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر ملنے والی رقم سود ہی ہے کیونکہ پرائز بانڈ خود مال نہیں بلکہ قرض کی دستاویز ہے جو متعلقہ ادارے کو دیتا ہے، بانڈ فروخت ہونے کے بعد بینک یا ادارہ آگے اس رقم کو سودی قرضہ پر دیتا ہے، سود وصول کرنے کے بعد کچھ رقم ادارہ اپنے پاس چھوڑتا ہے اور باقی قرعہ اندازی کے ذریعے بانڈ خریدنے والوں میں انعام کے نام سے تقسیم کرتا ہے جو کہ ان کو بلاعوض ملتا ہے اسلئے سود ہی ہے۔

اگر بینک اس رقم کو کسی جائز کاروبار پر بھی لگائے یعنی شراکت کے طور پر پھر بھی چونکہ بانڈز خریدنے والوں پر نفع ونقصان کی بنیاد پر فروخت نہیں کی جاتی ہے اسلئے ناجائز ہوگی، اسی طرح مشترکہ کاروبار میں شرعی نقطہ نظر سے منافع کی رقم سرمائے کے تناسب سے تقسیم ہوگا. اور بانڈز کے طریقہ کار کے مطابق قرعہ اندازی کے ذریعے رقم تقسیم کر کے باقی شرکاء کے ساتھ ناانصافی کی جاتی ہے، لہٰذا پرائز بانڈ ہر اعتبار سے ناجائز اور حرام ہے. پرائز بانڈ کی حقیقت کے بعد اب ترتیب سے استفتاء میں مذکور سوالات کیلئے جوابات پیش خدمت ہیں۔

(۱)...... پرائز بانڈ لینے والے اور جاری کرنے والے کے درمیان اسی نوعیت کا لین دین درست نہیں ہے۔

(۲)......عام بانڈ ہولڈر اور بانڈ لینے والے کے درمیان اسی مقدار پر

فروخت کرنا جتنے پر بانڈ خریدا ہو جائز تو ہوگا لیکن عام حالات میں تعاون علی الإثم ہوگا، جبکہ بانڈ ز متعلقہ ادارے کو بآسانی واپس کر کے اپنی رقم نکال لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتا ہے۔

(۳)......قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں ملنے والی زائد رقم کا لینا جائز نہیں۔

(۴)......چونکہ یہ رقم ناجائز اور حرام ہے اسلئے ادارے کے پاس چھوڑنا چاہئے اگر لے لیا اور متعلقہ ادارے کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو مستحقین زکوۃ پر تقسیم کرنا بلا نیت ثواب کے واجب ہے۔

(۵)...... پرائز بانڈ کی اصل رقم پر زکوۃ ہوگی۔ انعام والی رقم پر نہیں کیونکہ وہ کل رقم واجب التصدق ہے۔

(۶)......پرائز بانڈ خود مال نہیں بلکہ اس قرض کا دستاویز ہے جو ادارے کو دیا جاتا ہے۔

"والدليل على ذالک"

(۱)......قدنهي رسول الله ﷺ عن قرض جر نفعا

(هدايه ج ۳ ص ۱۰۲)

(۲)......ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالک وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلک الأموال على الفقراء.

بذل المجهود ج ۱ ص ۱۴۷ مكتبه دار اللواء سعودی عرب

(۳)......في القنية لو كان الخبيث نصاباً لايلزمه الزكوة لأن الكل واجب التصدق فلايفيدالتصدق ببعضه

(شامی ج ۲ ص۲۵) فقط واللہ تعالی أعلم

المجیب آصف محمود

شریک تخصص فی الفقہ جامعہ عثمانیہ پشاور ۱۱اپریل ۲۰۰۳ء

الجواب صحیح غلام الرحمٰن

رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

۱۴۲۴/۲/۹ھ

الجواب صحیح نجم الرحمٰن

نائب مفتی جامعہ عثمانیہ پشاور

۱۱/اپریل ۲۰۰۳ء

اس سلسلے میں جامعہ فاروقیہ کراچی سے ایک مفصل فتوی شائع ہوا ہے جو کہ درجِ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت کی طرف سے پرائز بانڈ اسکیم کے تحت نکلنے والی انعامی رقم یا دیگر اشیاء کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ ایک طبقہ کا دعوی ہے کہ اس انعامی رقم یا دیگر اشیاء کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے اسلئے کہ یہ انعامی رقم شریعت کی حرام کردہ متعین صورتوں مثلاً چوری، غصب، ڈکیتی، رشوت اور بیع باطل کی حاصل شدہ رقم میں سے کسی سے نہیں۔

رہا سود اور قمار میں سے ہونا، سو یہ انعامی رقم کی زیادتی سود بھی نہیں کیونکہ سود اس زیادتی کا نام ہے، جو بوقت عقد مشروط ہو لیکن اگر بوقت قرض لینے ایسا کوئی طے شدہ معاملہ نہ ہو، تو مقروض کی طرف سے تبرعاً دی جانے والی اضافی رقم بالاتفاق سود نہیں، یہی وجہ ہے کہ عاقدین میں زیادہ رقم لینے دینے کی شرط نہ طے پائی ہو، اور مقروض قرض واپس کرتے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دے، تو یہ سود نہیں بلکہ اس کا یہ فعل مستحب ہے، جیسا کہ کتب فقہ اور احادیث نبویہ میں اسکی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

"عن جابرؓ قال: أقبلنامن مكة إلى المدينة مع رسول الله ﷺ فاعتل جملي وساق الحديث بقصته وفيه، ثم قال

لی: بعنی جملک هذا قال: قلت: لابل هولک. قال:
لابل بعنیه قال قلت: لابل هولک یارسول الله،
قال:لابل بعنیه،قال قلت،فان لرجل علی أوقیة ذهب
فهولک بهاقال قدأخذته فتبلغ علیه إلی المدینة قال
فلما قدمت المدینة قال رسول الله ﷺ لبلال ؓ: أعطه
أوقیةً من ذهب وزده قال: فأعطانی أوقیةً من ذهب
وزادنی قیراطاً قال فقلت لاتفارقنی زیادة رسول الله ﷺ
قال: فکان فی کیس لی فأخذه أهل الشام یوم الحرة"

کتاب الربا، باب بیع البعیر واستثناءِ رکوبه (مسلم، ۲ /۲۹)

اس حدیث میں حضور ﷺ کے فرمان:

"أعطه اوقیةً من ذهب وزده"

کے بارے میں امام اجل محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف المعروف بامام نووی مسلم کی شرح شرح کامل للنووی میں تحریر فرماتے ہیں:

"فیه جوازالوکالة فی قضاء الدیون وأداء الحقوق وفیه إستحباب الزیادة فی أداء الدین" (۲/ ۲۹)

اسی طرح موطا امام مالک میں ہے۔

مالک أنه بلغه أن رجلاً أتی عبدالله ابن عمرؓ فقال: یا أبا عبدالرحمن إنی أسلفت رجلا سلفاً واشترطت علیه أفضل مما أسلفته فقال عبدالله ابن عمرؓ: فذٰلک الربا

فقال: کیف تأمرنی یا أباعبدالرحمن فقال عبداللّٰہ بن عمرؓ : السلف علی ثلاثۃ أوجہ سلف تسلفہ ترید بہ وجہ اللہ فلک وجہ اللہ، وسلف تسلف ترید بہ وجہ صاحبک فلک وجہ صاحبک وسلف تسلف لتأخذ خبیثا بطیب فذٰلک الربا قال: فکیف تأمرنی یاأبا عبدالرحمن قال أریٰ أن تشق الصحیفۃ فان أعطاک مثل الذی أسلفتہ قبلتہ، وإن اعطاک دون الذی أسلفتہ فأ خذتہ أجرت وإن أعطاک أفضل مماأسلفتہ طیبۃ بہ نفسہ فذٰلک شکر، شکرہ لک ولک أجر ماأنظرتہ".

کتاب البیوع، باب مالا یجوز من السلف

(مؤطاامام مالک ٦١٢، ٦١)

اسی طرح علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ بغیر شرط کے قرض کی ادائیگی میں زیادہ دینے کے متعلق سود کی بحث میں ہی تحریر فرماتے ہیں:

" ثم لایخفی أن ھذاکلہ إذالم تکن الزیادۃ مشروطۃ کما قدمناعن الذخیرۃ. (شامی ٤/ ٢٤٦)

اوراسی سود کی بحث میں علامہ طحاویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ھذاإذاکانت المنفعۃ مشروطۃ فی العقدفان لم تکن مشروطۃ فدفع أجود فلابأس " (۳/ ۱۰۵)

ان احادیث اور فقہی عبارتوں سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح روشن،

تابناک ہوگئی ہے کہ قرض دیتے وقت زیادہ لوٹا کردینے کی شرط ہو تو یہ زیادتی سود ہے ورنہ سود نہیں، اور پرائز بانڈ میں اس قسم کی کوئی شرط نہیں ہوتی، لہٰذا پرائز بانڈ پر حاصل ہونے والے انعام کو سود کہنا بالکل غلط ہے اور بے بنیاد بات ہے۔

اسی طرح یہ معاملہ قمار میں بھی نہیں آتا اسلئے کہ قمار ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں جو نفع ونقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو کہ جسمیں یا پوری رقم جانے کا خطرہ ہو یا زائد رقم کے ساتھ واپس آنے کی امید ہو. یہاں پرائز بانڈ میں ایسا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اپنی جملہ رقم محفوظ ہوتی ہے اس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا، پس قمار کی شرعی تعریف ''وکل شئی فیه خطرفهو من المیسر'' میں بھی یہ شامل نہیں ہے۔

اسی طرح قرعہ اندازی کے ذریعے انعامی بانڈز کی تقسیم سے بھی اس میں جوا کی کوئی صورت نہیں بنتی کیونکہ غیر حقوق میں قرعہ اندازی بالاتفاق جائز ہے، ہاں اگر استحقاق کیلئے قرعہ اندازی ہوتی تو حرام قرار دیا جاتا، لیکن یہاں ایسا نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب زیادتی مشروط نہیں تو سود نہیں، اپنی ذاتی رقم میں کوئی کمی نہیں تو جوا نہیں اور غیر حقوق میں قرعہ اندازی بھی بالاتفاق جائز ہے، تو پھر یہ انعام حرام کیوں؟

بینوا توجروا.

المستفتی

ابن عبدالرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب باسم ملهم الصواب

شرعی نقطہ نظر سے انعامی اسکیمیں چاہے وہ پرائز بانڈ ہی کیوں نہ ہوں ان میں معاملہ اگر اس طرح ہو کہ انعام نہ ملنے کی صورت میں جمع شدہ رقم واپس نہیں ملتی، تو یہ معاملہ سود کے علاوہ قمار پر بھی مشتمل ہو کرنا جائز و حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں جمع شدہ رقم داؤ پر لگی ہوئی ہے اور اسی کا نام قمار (جوا) ہے، اور اگر معاملہ اس طرح ہو کہ انعام نہ نکلنے کی صورت میں جمع شدہ رقم محفوظ ہو یعنی بوقت مطالبہ وہ رقم اداء کی جاتی ہو تو اس صورت میں یہ معاملہ اگرچہ قمار (جوا) تو نہیں مگر سود بہر حال ہے۔

یہ کہنا کہ اس عقد میں انعام کے نام پر ملنے والی زیادتی یا منافع مشروط نہیں ہوتے غلط ہے، کیونکہ پرائز بانڈ کی خرید و فروخت میں ہر خریدار اسی طمع میں بانڈ خریدتا ہے کہ ممکن ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے "مشروط زیادتی" کا مستحق قرار پائے جو کہ حکومت کی طرف سے رقم جمع کرنے کے ساتھ معلق ہوتی ہے۔

اور اسکی شرط ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ اگر حکومت قرعہ اندازی کے ذریعے انعامات تقسیم نہ کرے تو خریدار اس پر مقدمہ بھی کر سکتے ہیں۔

اگر یہ انعامات حکومت کیطرف سے محض تبرع ہوتے مشروط منافع نہ ہوتے تو مقدمہ کجا، کسی کو اعتراض کا بھی حق نہ ہوتا۔

علاوہ ازیں مشہور فقہی قاعدہ "**المعروف کالمشروط**" کے تحت بھی ان منافع کا مشروط ہونا یقینی ہے۔

چنانچہ یہ قاعدہ متعدد کتب فقہ میں مذکور ہے، بطور نمونہ چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

وفی الأشباہ: ۱/ ۳۰۶ . ط. ادارۃ القرآن کراچی

"قال فی إجارۃ الظھیرۃ: والمعروف عرفا کالمشروط شرطاً"

وفی شرح المجلۃ: ۱/ ۳۷، ط: بیروت

المعروف عرفاً کالمشروط شرطا

وفی الشامیۃ: ۳/ ۱۳۰، ایچ ایم سعید

أن المقرر فی الکتب من أن المعروف کالمشروط

چونکہ مشہور یہی ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے نام نکلنے کی صورت میں حکومت انعام دیتی ہے اور لوگ انعام کے حصول کے متمنی ہو کر پرائز بانڈ خریدتے ہیں تو لوگ اِس قرض ہی کی وجہ سے انعام پاتے ہیں، اور حکومت بھی اسی وجہ سے انعام دیتی ہے۔ جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"کل قرض جرّ منفعۃ فھو ربا"

فیض القدیر. ۹/ ۴۴۸۷، بیروت

"ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے"۔

اسی طرح حضرت فضالۃ ابن عبیدؓ سے موقوفاً مروی ہے:

"کل قرض جرّ منفعۃً فھو وجہ من وجوہ الربا"

رواہ البیھقی: ۵/ ۳۵۰، نشر السنۃ ملتان

''ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے تو وہ ربا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے''۔

اسی طرح صحیح بخاری کی روایت ہے۔

''عن سعیدابن أبی بردہ عن أبیہ أتیت المدینۃ فلقیت عبداللّٰہ بن سلامؓ فقال الاتجئی فاطعمک سویقاً وتمراً وتدخل فی بیت ثم قال إنک بارض الربافیھافاش إذا کان لک علی رجل حق فأھدی الیک حمل تبن أوحمل شعیر أوحمل قتٍ فلاتأخذہ فانہ ربا''

بخاری، ۱/ ۵۳۸، باب مناقب عبداللّٰہ بن سلامؓ،

راوی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ملا تو انہوں نے کہا کہ آیئے تاکہ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں۔ اور آپ ایسے گھر میں داخل ہورہے ہیں جس میں آپ ﷺ تشریف لائے تھے، پھر فرمایا کہ تم ایسی سرزمین پر ہو (اس سے ان کی مراد عراق کی زمین تھی) جہاں سود عام ہے، اگر کسی شخص پر تمہارا حق ہو اور وہ تمہیں بھوسہ یا جو، کی گٹھڑی یا جانوروں کا چارا، ہدیہ میں دے تو اس کو نہ لینا، کیونکہ وہ سود ہے''۔

دیکھئے کس طرح حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہر زیادتی کو ربا قرار دے رہے ہیں باوجودیکہ وہ اصل عقد میں مشروط نہیں، لیکن انہوں نے صرف اس وجہ سے ربا قرار دیا کہ یہ زیادتی ان کے درمیان متعارف ہوئی تھی، اور قرض ہی کیوجہ

سے منافع دیئے جاتے تھے۔

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

"قال سئلت أنساً، الرجل منایقرض أخاه المال فیهدی له قال ! قال رسول اللهﷺ :إذاأقرض أحدکم قرضاً فاهدی له أوحمله علی الدابة فلایرکبها ولایقبله إلا أن یکون جریٰ بینه وبینه قبل ذلک".

ابن ماجه:ص ۱۷۵، باب القرض

قدیمی کتب خانه کراتشی

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو مال قرض دیتا ہے تو وہ اسے ہدیہ دیتا ہے (تو یہ کیسا ہے؟) انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی قرض دے اور اس سے ھدیہ دیا جائے یا سواری دی جائے تو وہ اس پر سوار نہ ہو اور نہ اس سے قبول کرے، مگر یہ کہ اس طرح ہدیہ دینا ان کے درمیان پہلے سے جاری ہو (تو ہدیہ قبول کرسکتا ہے)۔

مذکورہ حدیث میں بھی آپ ﷺ نے مطلق زیادتی سے منع فرمایا ہے کیونکہ پہلے سے ہی اگر متعاقدین کے درمیان عطیہ وغیرہ کے لینے دینے کا معمول نہ ہوتو واضح بات ہے کہ یہ منافع صرف قرض ہی کیوجہ سے دیئے جاتے ہیں۔

مزید آثار صحابہ ملاحظہ ہوں۔

"عن محمدبن سیرینؒ : أن أبی بن کعبؓ أهدی إلی

عمربن الخطابؓ من ثمرة أرضه ، فردها، فقال أبی : لم رددت علی ھدیتی وقدعلمت أنی من أطیب اھل المدینة ثمرة ؟ خذعنی ماترد علی ھدیتی، وکان عمربن الخطابؓ أسلفه عشرة آلآف درھم"

"رواہ البیھقی: ۳۴۹/۵، باب کل قرض جرّمنفعة فھوربا"

''ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعبؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنی کھجوروں میں سے ہدیہ بھیجا لیکن حضرت عمرؓ نے وہ ہدیہ واپس کر دیا تو حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ کیوں آپ نے میرا ہدیہ مجھے واپس کر دیا حالانکہ آپ جانتے ہیں مدینہ میں میری کھجوریں سب سے اچھی ہے۔ میرا ہدیہ جو آپ نے واپس کیا ہے اس کو قبول کر لیجئے۔ اور حضرت عمرؓ کے ان پر دس ہزار درہم قرض تھے''۔

"عن علقمةؓ قال إذانزلت علی رجل لک علیه دین فأکلت علیه فاحسبه له ماأکلت عنده إلاأن إبراھیم کان یقول إلاأن یکون معروفا کانا یتعاطیانه قبل ذٰلک".

مصنف عبدالرزاق ، ۱۴۲/۸، باب الرجل یھدی لمن أسلفه

''حضرت علقمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے شخص کے پاس جاؤ جس پر تمہارا قرض ہو اور تم اس کے پاس کھانا کھاؤ تو جو تم نے کھایا ہے اسے قرض کے حساب میں شمار کرلو، مگر حضرت ابراھیم نخعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سوائے اس صورت میں

کہ اس سے پہلے ان کا ایک دوسرے کو کھانا کھلانے کی عادت ہو''۔

''عن إبن عباس ؓ قال إذاأسلفت رجلاًسلفاًفلاتقبل منه هدية كراع ولاعارية ركوب دابة "

مصنف عبدالرزاق، ۸/ ۱۴۳، باب الرجل يهدى لمن اسلفه

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو قرض دو تو اس سے جانور کے پائے کا ہدیہ بھی قبول نہ کرنا اور نہ اس کی سواری سے فائدہ اٹھانا۔

''عن ابن عباس ؓ انه قال في رجل كان له على رجل عشرون درهماً فجعل يهدى إليه ، وجعل كلما أهدى إليه هديةً باعها، حتى بلغ ثمنها ثلاثة عشر درهماً فقال إبن عباس ؓ : لاتأخذ منه إلاسبعة دراهم "

رواه البيهقى : ۵/ ۳۴۹، باب كل قرض جرمنفعةً فهوربا، سرالسنة

''حضرت ابن عباس ؓ کے زمانے کی بات ہے کہ ایک شخص کے کسی پر بیس درہم قرض تھے تو مقروض اس کو ھدیہ دیا کرتا تھا اور قرض دار کو جب بھی ہدیہ دیا جاتا وہ اس کو بیچتا تھا یہاں تک کہ اس کی قیمت تیرہ درھم ہوگئی تو حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ آپ اس سے صرف سات درہم لے لیں''۔ ہدایا کو بیچ کر وہ تیرہ درہم وصول کر چکا تھا۔

اس طرح کی روایات ذخیرہ احادیث وآثار میں بے شمار ہیں، طالب حق کیلیۓ انہی کا ذکر کافی ہے۔

ان تمام روایات وآثار سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ قرض کے

ذریعے کسی بھی قسم کی منفعت اٹھانا حرام ہے اور یہی سود ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پرائز بانڈ میں انعام کے نام سے جو منافع دیئے جاتے ہیں وہ قرض پر زیادتی ہو کر حرام اور ناجائز ہے۔

اسی طرح امام محمدؒ فرماتے ہیں.

"أخبرنا أبو حنيفةؒ عن حماد، عن إبراهيم قال: كل قرض جرّ منفعة فلاخير فيه، وبه نأخذ و هو قول أبي حنيفة"

كتاب الآثار: ص ١٣٢، باب القرض مكتبه اهل السنة والجماعة كراچی

"ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے اسمیں خیر نہیں، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے"۔

مذکورہ تمام روایات وآثار اس پر دال ہیں کہ اضافہ اگر قرض کی وجہ سے ہو تو وہ سود ہے چاہے اسمیں اضافے کی شرط نہ بھی ہو۔

چنانچہ فقہاء ثلاثہ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں.

وإذا إقترض رجل من رجل قرضاً فهل يجوز أن ينتفع بشئی من مال المقترض من الهدية والعارية وأكل ما يدعوه إليه من الطعام أولايجوز ذلک مالم تجربه عادة قبل القرض ؟ قال أبو حنيفةؒ ومالکؒ واحمدؒ: لايجوز، وإن لم يشترطه"

(رحمة الامة، ص ١٠٧، كتاب السلم والقروض، بیروت)

"اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے لے تو کیا یہ جائز ہے کہ قرض خواہ

مقروض کے مال میں سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائے مثلاً: ہدیہ، عاریت اوران کے یہاں دعوت کھائے، جائز نہیں، یہ اس وقت ہے جبکہ قرض سے پہلے دونوں کے درمیان اس طرح کا معاملہ نہ ہو، امام ابوحنیفہ، امام مالک اورامام احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں اگر چہ پہلے سے شرط نہ لگائی ہو"۔

"وقال شمس الأئمةؒ ما ذكر محمدؒ من أنه لابأس بأن يجيب دعوة مديونه، محمول على ماإذا كان يدعوه قبل الإقراض أما إذا كان لايدعوه أوكررها عما كان قبل أوزاد فى الأطعمة كذلك لايحل"

(الطحطاوی، ۳/ ۱۰۶، دارالمعرفه بیروت)

"شمس الائمہؒ امام محمدؒ کے اس قول" کہ قرض خواہ کیلئے جائز ہے کہ اپنے مقروض کی دعوت قبول کرے" کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ قرض داراور مقروض کے درمیان اس طرح کا معاملہ پہلے ہی سے ہو، اگراس طرح کا معاملہ پہلے سے نہ ہو یا پہلے سے ہو لیکن قرض کے بعد اسمیں زیادتی آجائے تو یہ حلال نہیں"۔

علامہ ابوالبرکات احمد الدردیر مالکیؒ فرماتے ہیں.

"(وجازفضل): أى رد أفضل مما إقترضه صفة لأنه حسن قضاء إذا كان بلاشرط وإلا منع الأفضل، والعادة

کالشرط، ویتعین ردمثله"

الشرح الصغير: ٣/ ٢٩٦، دارالمعارف مصر

"کہ قرض میں ازروئے صفت بہتر چیز دینا جائز ہے اور یہی قضاء حسن ہے جبکہ بغیر شرط کے دے اور اگر اس طرح واپسی کی شرط ہو، تو پھر اس زیادتی کو منع کیا جائیگا اور عادت شرط کی طرح ہے، اس صورت میں صرف قرض کا مثل ہی متعین ہوگا. دیکھئے مذکورہ عبارت میں بھی علامہ نے عادت کو شرط جیسا مانا ہے"۔

اسی طرح علامہ وھبۃ الزحیلیؒ فرماتے ہیں۔

"قال الحنفيةفي الراجح عندهم: كل قرض جرّنفعاً فهو حرام إذا كان مشروطاً فان لم يكن النفع مشروطاً أو متعارفاً عليه في القرض فلابأس به"

الفقه الاسلامي وادلته :٤/ ٧٢٤ :الفصل الثاني في القرض،
المكتبة الحقانية بشاور

"احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے وہ حرام ہے جبکہ مذکورہ نفع مشروط ہو اور اگر نفع مشروط نہ ہو اور اسی طرح قرض میں متعارف بھی نہ ہو تو پھر جائز ہے"۔

تو پرائز بانڈ کے قرضہ میں زیادتی متعارف نہیں تو اور کیا ہے اسی نفع کے حصول کیلئے لوگ پرائز بانڈ خریدتے ہیں۔

اسی طرح السید السابق "صاحب فقہ السنۃ" میں فرماتے ہیں:

لایجوز أن یرد المقترض إلی المقرض إلا ما اقترضه منه أو مثله تبعاً للقاعدة الفقهیة القائلة : کل قرض جرّ منفعة فهو ربا والحرمة مقیدة هنا بما إذاکان نفع القرض مشروطاً أو متعارفاً علیه.

فقه السنة ، ۲/ ۱٤۸ ،باب القرض ،دارالکتب بیروت

مقروض قرض خواہ کو صرف قرض ہی واپس کرے گا، اس قاعدہ "کل قرض جرّ منفعة فهو ربا" کی وجہ سے، اور حرمت مقید ہے اس نفع کیساتھ جو کہ قرض میں مشروط یا متعارف ہو"۔

مذکورہ تمام دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرض پر منافع حاصل کرنا جائز نہیں، چاہے پہلے سے شرط لگائی ہو یا شرط لگائے بغیر عرف ہی میں یہ بات متعین ہو کہ مذکورہ قرض پر منافع ملیں گے۔

البتہ بغیر شرط اور متعارف ہونے کے اگر مقروض قرض خواہ کو بطیبِ خاطر کچھ دیدے تو یہ جائز ہے، جس طرح آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ کو ایک اوقیہ سونا دیا تھا۔

اسی طرح ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ہے:

عن مجاهد أنه قال إستسلف عبدالله بن عمرؓ من رجل دراهم ثم قضاه خیرامنهافقال الرجل: یا ابا عبدالرحمن هذه خیرمن دراهمی التی أسلفتک فقال عبدالله بن عمرؓ:قدعلمت ذلک ولکن نفسی

بذلک طیبة ."

رواہ البیهقی : ۵/ ۳۵۲ ،باب الرجل یقضیه خیرامنه بلاشرط طیبة به نفسه،ط ، نشرالسنة ملتان

"حضرت مجاھدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سے چند دراہم قرض لئے تھے پھراس سے بہتر ادا کردیئے تو اس شخص نے کہا کہ یہ دراہم تو میرے ان دراہم سے بہتر ہیں جو میں نے قرض میں دیئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم ہے لیکن میں نے دلی رضامندی سے دیئے ہیں"۔

علاوہ اس کے پرائز بانڈ میں گناہ پرتعاون بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ پرائز بانڈ جاری کرنے والے ادارے جمع شدہ رقم کولیکر آگے اس سے سودی معاملات کرتے ہیں،اور گناہ پرتعاون بھی ناجائز ہے۔

قال الله تعالیٰ :

﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾

(المائدة:۲)

"یعنی نیکی اورتقوی کے امور میں ایک دوسرے کی مدد کرو، گناہ اوردشمنی کے امور میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"

خلاصہ یہ کہ مذکورہ دعوی کہ پرائز بانڈ پرانعام لینا جائز ہے،غلط ہے. لہٰذا پرائز بانڈ کے ذریعے انعام حاصل کرنا خالص سود ہے جو کہ

ناجائز وحرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ :

﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾

(سورة البقرة:٢٧٥)

وقال اللّٰہ تعالیٰ :﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقی من الربوا إن كنتم مؤمنين○ان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله﴾

(سورة البقرة:٢٧٨)

وقال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿ يمحق اللّٰه الرباويربى الصدقات﴾

(سورة البقرة:٢٧٦)

"عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰه ﷺ اكل الربا

حاصل یہ کہ عرب وعجم کے قدیم وجدید تمام محققین اہل افتاء اس بات پر متفق ہیں کہ پرائز بانڈ لینا جائز نہیں اور اس پر ملنے والا انعام سود ہے۔

پرائز بانڈ سے متعلقہ شبہات اور اُن کا اِزالہ

پرائز بانڈ سے متعلقہ شبہات کا ازالہ :

پرائز بانڈ سے متعلقہ شبہات اور اشکالات کا ضمناً جواب تو ہو گیا لیکن یہاں مستقلاً ان شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے عوام الناس تشویش اور اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

شبہ نمبرا...... بانڈ کے معاملہ کو خرید وفروخت کہا جاتا ہے، مال بیچنے والا اپنے گاہک کو مال کی خریداری پر قرعہ اندازی کرتا ہے یا بغیر قرعہ اندازی انعام دیتا ہے جیسا کہ بعض کمپنیاں شربت کی بوتل کے ساتھ گلاس مفت دے دیتی ہے، یا بعض ٹوتھ پیسٹ کی کمپنیاں دو ٹوتھ پیسٹ خریدنے پر ایک ٹوتھ پیسٹ مفت دے دیتی ہے، بعض کمپنیاں خریداری پر ڈائری اور کلینڈر دیتی ہیں، یہ انعامات خریداری کی شرح بڑھانے پر دیئے جاتے ہیں اس کو کوئی بھی ناجائز اور حرام نہیں کہتا، اسطرح اسٹیٹ بینک اگر پرائز بانڈ کی خریداری بڑھانے کے لئے قرعہ اندازوں کے ذریعے کسی ایک بانڈ ہولڈر کو انعام دیتا ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے؟

جواب سے پہلے دو باتیں قابل ذکر ہیں۔

(۱)......محض عوام کے اسے خرید وفروخت کہنے سے یہ بیع کا معاملہ نہیں بن سکتا بلکہ شریعت میں عقد کی حقیقت کا اعتبار ہے، شریعت کا یہ ضابطہ ہے۔

العبرة فی العقود للمعانی دون الألفاظ /رد المحتار:۳/۲۰ ـ ط:سعید

عقود میں اعتبار حقائق کا ہوتا ہے الفاظ کا نہیں ہوتا۔

محض عوام کے کہنے کی وجہ سے عقد کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ ریل کے ٹکٹ کی خرید وفروخت ہورہی ہے حالانکہ یہ معاملہ بیع کا نہیں بلکہ اجارہ کا ہے کیونکہ ٹکٹ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس شخص نے اتنی رقم ریلوے کو دی ہے اب یہ شخص مذکورہ منافع (سواری) حاصل کرسکتا ہے۔

اسی طرح شیئرز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیئرز کی خرید وفروخت ہورہی ہے حالانکہ شیرز کی خرید وفروخت نہیں ہورہی بلکہ اس حصے کی خرید و فروخت ہورہی ہے شیئرز جس کی نمائندگی کررہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بالکل اسی طرح بانڈ کے معاملہ پر خرید وفروخت کا اطلاق تو کیا جاتا ہے لیکن معاملہ بیع نہیں بلکہ قرض ہے جس پر تفصیل سے گفتگو ہوچکی ہے۔

(۲)......اسکا ذکر بارہا اس رسالے میں آچکا ہے کہ بانڈ خود مال نہیں بلکہ وثیقہ اور دستاویز ہے اسلئے کہ نہ تو یہ ثمن حقیقی (سونا، چاندی) نہ ثمن عرفی (کرنسی) ہے، نہ ہی عرفاً مبیع ہے نہ ہی اسے بذات خود کوئی قابل انتفاع چیز سمجھا جاتا ہے، نہ یہ اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔لہٰذا عرفاً، شرعاً، عقلاً یہ بہت واضح ہے کہ مال نہیں مال کی سند اور وثیقہ ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسے تجارتی انعام کی طرح خیال کرنا ہرگز درست نہیں، اسلئے کہ وہاں معاملہ بیع کا ہے یہاں قرض کا، اور وہاں خریدار کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ مال ہے یہاں مال نہیں۔ لہٰذا تجارتی انعام سود نہیں اور بانڈ پر ملنے والی اضافی رقم قرض پر مشروط اضافہ ہے جو کہ صریح سود ہے اس واسطے ان دونوں کو ایک جیسا سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

شبہ نمبر۲............ پرائز بانڈ پر جوانعام ہے وہ مشروط نہیں اسلیئے وہ ہر کسی کونہیں ملتا بلکہ جس کا قرعہ اندازی میں نام نکل آئے اسے ملتا ہے تو یہ قرض پر مشروط اضافہ نہ ہوااور غیر مشروط اضافہ قرض پر جائز ہے۔

جواب............ بانڈ ہولڈرز سے بحیثیت مجموعی یہ طے ہوتا ہے کہ اگر کسی کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا تو اسے انعام دیا جائیگا، چنانچہ ادارہ اگر انعام دینے سے انکار کردے تو بانڈ ہولڈر عدالتی چارہ جوئی کرسکتا ہے اس سے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ غیر مشروط نہیں بلکہ بہت مضبوط طریقے سے مشروط ہے کیونکہ اسکی خوب تشہیر کرائی جاتی ہے اوراسی بنیاد پر لوگوں کو اسمیں شامل ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

شبہ نمبر۳............ پرائز بانڈ پر ملنے والے انعام کی مقدار معلوم نہیں ہوتی بلکہ سود قرض پر متعین اضافے کو کہتے ہیں۔

جواب............ جب یہ تسلیم کرلیا گیا کہ یہ معاملہ قرض کا ہے تو اب اس پر مشروط اضافہ لینا خواہ متعین ہو یا غیر متعین ہو دونوں صورتوں میں حرام ہے بلکہ متعین نہ ہونے کی صورت حرمت کے دوہرے اسباب پائے جانے کی وجہ سے حرمت اور زیادہ متیقن اور قوی ہوجاتی ہے،

شبہ نمبر۴............ سود متعین مدت تک قرض پر اضافی رقم لینے کا نام ہے جبکہ پرائز بانڈ میں مدت مقرر نہیں ہوتی بلکہ بانڈ ہولڈر جب چاہے بینک کو بانڈ دیکر اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔

جواب............ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قرض میں مدت متعین

ہوتی نہیں بلکہ قرض دینے والا اگر مدت متعین کر بھی لے پھر بھی لازم حتمی نہیں ہوتی بلکہ اس سے پہلے بھی وہ اپنے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ "الدین لایتأجل بتأجیل"

اصل بات مدت یا مقدار کے معلوم یا مجہول ہونے کی نہیں بلکہ اضافی چیز وصول کرنے کی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جو فقہاء صحابہؓ میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

أحب لأمتي ماأحب ابن أم عبدو كرهت لأمتي ما كره ابن أم عبد

فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث:٤٤٥٨

میں اپنی امت کیلئے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو عبداللہ ابن مسعودؓ پسند کرے اور اس چیز کو ناپسند سمجھتا ہوں جسے وہ ناپسند سمجھے۔

ان کا فتویٰ پہلے تفصیل سے آچکا، کہ انھوں نے مقروض آدمی سے ایک مٹھی گھاس لینے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

قرض پر اضافہ کو حرام قرار دینے کے لئے کسی نے یہ شرط نہیں لگائی کہ اگر مدت متعین نہ ہو تو پھر نفع لینا جائز ہے۔

شبہ نمبر ۵............اضافی رقم حکومت کی جانب سے حسن سلوک اور احسان ہے جو کہ شرعاً نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ ہے چنانچہ آپ ﷺ کے لین دین سے متعلق کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے کہ "أعطاني وزادني" کہ آپ ﷺ نے مجھے اصل پر اضافہ کر کے دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے اس عمل اور حسنِ ادا کی دوسری نصوص کی وجہ سے جائز ہونا چاہئے۔

جواب......احسان، تبرع اور مذکورہ معاملہ میں ایک واضح فرق موجود ہے وہ یہ کہ احسان اور تبرع کی صورت میں دینے والا پہلے شرط نہیں لگا تا اور نہ لینے والا اس سے مطالبہ کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنی خوشی سے کچھ دیتا ہے جبکہ پرائز بانڈ میں ادارہ پہلے سے اضافی رقم کی شرط لگا تا ہے اور تشہیر کرا کرا سکے ذریعے لوگوں کو راغب کرتا ہے اور انکار کی صورت میں مستحق شخص عدالتی کاروائی کرا سکتا ہے۔

اس وجہ سے اس کو تبرع اور احسان کہنا زندہ حقائق کو درگور کرانے والی بات ہے۔

شبہ نمبر ۶ .... پرائز بانڈ سے متعلق دوسری سطحی باتوں کی طرح یہ بے وزن بات بھی کہی اور لکھی جاتی ہے کہ جب ایک ادارہ اپنا مال خوشی سے بغیر کسی جبر واکراہ کے کسی غریب کو دیتا ہے اور دونوں اس پر رضامند ہیں تو اسمیں حرمت کی کیا بات۔

جواب........... کسی معاملہ کا جائز ہونا اور کسی مال کا حلال ہونا اس کے لئے صرف باہمی رضامندی کافی نہیں بلکہ شرعی نصوص کو دیکھا جاتا ہے چنانچہ رشوت میں فریقین دونوں راضی ہوتے ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور کیا اس فلسفے کی بنیاد پر ''العیاذ باللہ'' کوئی مسلمان زنا کو جائز کہہ سکتا ہے حالانکہ فریقین اسمیں راضی ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ باہمی رضامندی شرعاً جائز عقود میں مؤثر ہے اور ناجائز عقود باہمی رضامندی سے جائز نہیں ہوسکتے۔

شبہ نمبر ۷........... یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض لوگ بانڈ صرف اس غرض

سے خریدتے ہیں کہ ان کی رقم محفوظ ہوجائے اضافی رقم لینے کا ارادہ نہیں ہوتا ہے تو ان لوگوں کے حق میں یہ سودی عقد نہ ہوا، لہٰذا ان کے لئے جائز ہونا چاہئے اور اس صورت میں جب اضافی رقم ملے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ انھوں نے اس رقم کو حاصل کرنے کیلئے عقد نہیں کیا تھا۔

جواب............محض اضافی رقم نہ لینے کی نیت سے یہ معاملہ جائز نہیں ہوتا کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کے اصول، قواعد اور ضوابط طے شدہ ہیں اور انہی ضوابط کے مطابق معاملہ کیا جاتا ہے اور انکا موجود ہونا پہلے بارہا ثابت ہوچکا ہے، لہٰذا محض نیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ رقم حلال نہیں ہوگی۔

مندرجہ بالا تمام شبہات کا پہلے ہی ضمناً جواب ہوچکا تھا اور پھر یہ شبہات بھی کوئی وقیع علمی شبہات نہیں بلکہ بہت سطحی اور بے وزن ہیں، جواب کی ضرورت اسلئے محسوس کی گئی کہ انہیں سطحی اور بے وزن باتوں کو لے کر سود جیسے حرام قطعی کو حلال کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے اور بہت سارے سادہ لوح مسلمان اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔

خلاصہ بحث

پرائز بانڈ کا معاملہ قرض کا معاملہ ہے، اور انعام کے عنوان سے ملنے والی اضافی رقم سود ہے۔ لہٰذا نہ ہی پرائز بانڈ کا لین دین جائز ہے اور نہ ہی اس پر ملنے والی اضافی رقم کا لینا۔

اللہ جل جلالہٗ امت محمدیہ " علی صاحبھا علیہ الصّلاۃ والسّلام" کو

صراطِ مستقیم پر قائم ودائم رکھیں اور انہیں ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔

اللهم اهدناإلى ماتحب وترضى حين اختلفت الأراء والأنظار وثبت أقدامنا يوم تزل الأقدام وتشخص الابصار.

وارزقنا مرافقة حبيبك في دارالسلام، اللّٰهم ما أصبح بى من نعمة فمنك وحدك لا شريك لك، لك الحمد ولك الشكر، و بنعمتك تتم الصالحات.

سمیع اللہ

رفیق شعبۂ افتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ۔ مطابق ۱۳ ستمبر ۲۰۰۷ء

التشریح الوافی فی حل

مختصر القدوری

مصنف

مولانا نصیب اللہ (ابن الحاج عبدالصمد مالیزئی)

مدرس جامعہ اسلامیہ بحر العلوم سریاب کسٹم کوئٹہ

﴿......ناشر......﴾

مکتبہ عمر فاروق

4/501 شاہ فیصل کالونی کراچی فون: 021-4594144-8352169

شادی بیاہ کے لئے انمول تحفہ

مثالی خاوند' مثالی بیوی

ایک ایسی کتاب جس کا مطالعہ ہر مسلمان مرد، عورت کی اوّلین ضرورت ہے، معاشرے میں مثالی کردار اپنانے کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کی گئی۔

تالیف

حضرت مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی رحمہ اللّٰہ

ترتیب نو، تخریج وتحقیق

اختر علی

سابق استاذ "جامعہ فاروقیہ" کراچی

تقریظ

حضرت مولانا **ولی خان المظفر** دامت برکاتہم

استاذ الحدیث "جامعہ فاروقیہ" کراچی

﴿......ناشر......﴾

مکتبہ عمر فاروق

4/501 شاہ فیصل کالونی کراچی

خلافت راشدہ

قدم بہ قدم

تحریر:
عبداللہ فارانی

مکتبہ عمر فاروق
4/501 شاہ فیصل کالونی ٥ کراچی
فون: 4594144

وہ کتابیں اپنے آباء کی

تالیف

مولانا نور الرحمٰن ہزاروی

پیش لفظ

ابن الحسن عباسی

ماہنامہ وفاق المدارس میں رجال حدیث کی بنیادی کتابوں اور مشہور تفاسیر سے متعلق شائع ہونے والے تعارفی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ ایک ایسی کتاب، جس کا مطالعہ ہر اس شخص کی ضرورت ہے جو علم اور اسلاف کی کتابوں کے ذوق سے بہرور ہے۔
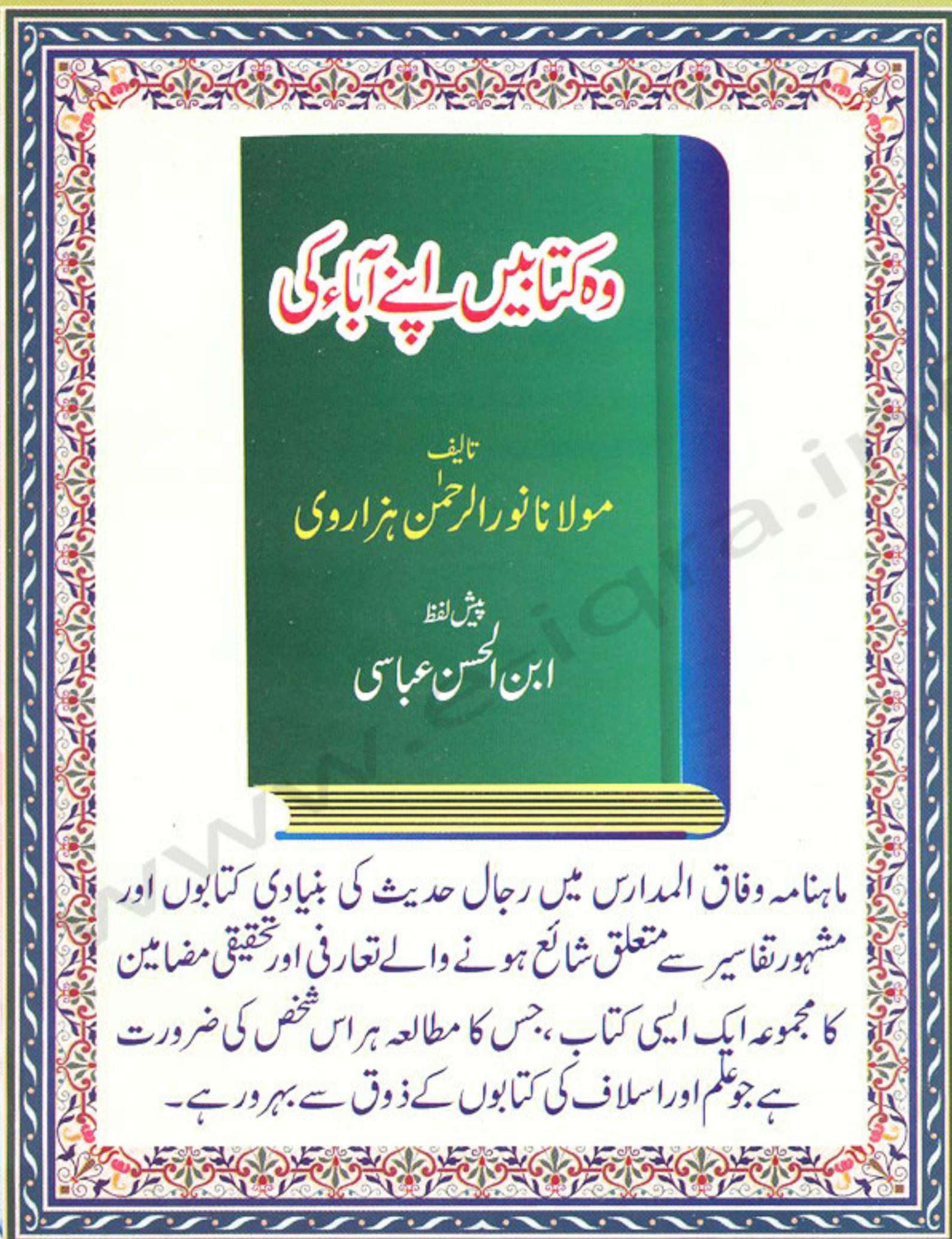
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-4594144 Cell: 0334-3432345